موضوع
آٹھ

کاشت کار، زمیندار اور ریاست

زرعی سماج اور مغلیہ حکومت
(تقریباً سولہویں صدی سے سترہویں صدی تک)

سولھویں اور سترھویں صدی کے دوران ہندوستان کی تقریباً 85 فی صد آبادی دیہات میں رہتی تھی۔ کاشت کار اور آراضی کے مالک چیدہ طبقہ دونوں ہی زرعی پیداوار میں مشغول تھے اور پیداوار کے ایک حصے پر دعویٰ کرتے تھے۔ اس نے ان کے درمیان باہمی تعاون، مقابلہ آرائی اور آویزش کے رشتوں کو پیدا کیا۔ ان زرعی رشتوں کے مجموعے سے ہی دیہی سماج تعمیر ہوتا تھا۔

اس زمانے میں کئی باہری ایجنسیاں بھی دیہی دنیا میں داخل ہوئیں تھیں۔ ان میں سب سے زیادہ اہم مغل ریاست تھی جو اپنی آمدنی کا بڑا حصہ زرعی پیداوار سے حاصل کرتی تھی۔ ریاست کے گماشتے مال گذاری کی تشخیص کرنے والے، محصول وصول کرنے والے، محافظ دفتر (ریکارڈ رکھنے والے) دیہی سماج پر کنٹرول رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ ساتھ ہی یہ یقینی کرنا چاہتے تھے کہ کھیتوں میں کاشت کاری ہو اور ریاست کو پیداوار سے اپنے حصے کے ٹیکس مستقل ملتے رہیں۔ چونکہ بہت سی فصلیں فروخت کرنے کے لیے اگائی جاتی تھیں، اس لیے تجارت، پیداوار، بازار بھی گاؤں میں داخل ہو گئے اور اس سے کاشت کاری والے علاقے شہر سے مربوط ہو گئے۔

شکل 8.1
ایک دیہی منظر
سترھویں صدی کی مغل تصویر کا نمونہ

1. کاشت کار اور زرعی پیداوار

زرعی سماج کی بنیادی اکائی گاؤں تھا جس میں کاشت کار سکونت پذیر تھے جو سال بھر مختلف موسموں میں وہ تمام کام انجام دیتے تھے جس سے زرعی پیداوار ہوتی تھی۔ جیسے زمین کی جُتائی، بیجوں کا بونا اور فصل پکنے پر اس کی کٹائی۔ مزید وہ ان زراعت پر مبنی اشیا کی پیداوار میں بھی اپنی محنت کا تعاون دیتے تھے جیسے شکر (چینی) اور تیل۔

لیکن سکونت پذیر کاشت کاری پیداوار ہی اکیلے ہندوستان کی خاصیت نہیں تھی۔ یہاں کئی قسم کے علاقے تھے۔ جیسے: خشک یعنی سوکھی زمین کے خطے یا پہاڑی علاقے جو اس طرح قابلِ کاشت نہیں تھے جیسے کہ زیادہ زرخیز زمین ہوتی تھی۔ مزید یہ کہ سلطنت کا اچھا خاصہ حصہ جنگل پر محیط تھا۔ جب ہم زرعی سماج پر بحث کرتے ہیں تو ہمارے لئے متنوع جغرافیائی حالات کا ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔

1.1 ماخذات کی تلاش

دیہی سماج کی سرگرمیوں کے متعلق ہماری فہم ان لوگوں سے نہیں بنتی جو زمین پر کام کرتے تھے۔ جیسے: کاشت کار اپنے متعلق خود نہیں لکھا کرتے تھے۔ سولھویں صدی اور ابتدائی سترہویں صدی کی زرعی تاریخ کے لئے ہمارے اہم ماخذ وہ روزنامچے و تاریخیں اور دستاویزات ہیں جو مغل دربار میں تحریر ہوئے تھے (باب 9 بھی ملاحظہ کیجئے)۔

ایک سب سے زیادہ اہم تاریخ ''آئین اکبری'' (مختصراً آئین، سیکشن 8 بھی ملاحظہ کیجئے) ہے۔ جسے اکبر کے درباری مؤرّخ ابوالفضل نے تحریر کیا تھا۔ کھیتوں پر یقینی طور سے کاشت کرنے، ریاست کی ایجنسیوں کے ذریعہ مالگذاری کو جمع کرنے کا مجاز کرنے کے لئے اور ریاست نیز دیہی مقتدر یا سربرآوردہ یعنی زمینداروں کے درمیان رشتوں کو منضبط کرنے کے لئے جو انتظامات ریاست نے کئے تھے۔ اس کا ذکر اس کتاب میں بڑی باریک بینی و محتاط انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

آئین اکبری کا مرکزی مقصد اکبر کی سلطنت کی ایک ایسی تصویر پیش کرنا تھا جہاں مضبوط حکمراں طبقہ سماجی ہم آہنگی مہیا کراتا تھا۔ آئین اکبری کے مصنف کی نظر میں مغل ریاست کے خلاف کسی قسم کی بغاوت یا خودمختاری کے دعویٰ کا ناکام ہونا پہلے سے ہی مقدّر تھا۔ بالالفاظ دیگر کسانوں کے متعلق ہم آئین اکبری سے جو کچھ اطلاعات پاتے ہیں وہ اوپر سے پیش کئے گئے آثار کی تصویر ہے۔

تاہم خوش قسمتی سے مغل راجدھانی سے دور علاقوں میں لکھے گئے ماخذوں کے بیانات سے جو ظاہر ہوتا ہے، یعنی اطّلاعات پر مشتمل ہیں وہ آئین میں دئے گئے بیان میں اضافہ کرسکتے ہیں۔ ان میں سترہویں اٹھارہویں صدی کے گجرات، مہاراشٹر اور راجستھان سے ملنے والے مالگذاری کے تفصیلی دستاویزات شامل ہیں۔ مزید براں ایسٹ انڈیا کمپنی کے بہت سارے دستاویزات ہیں (باب 10 بھی

ملاحظہ کیجئے) جو مشرقی ہندوستان میں زرعی تعلقات کے متعلق فائدہ مند جانکاری مہیا کراتے ہیں۔ یہ سبھی ماخذ کسان، زمیندار اور ریاست کی آویزش کی درج مثالیں ہیں۔

اس عمل میں یہ ہمیں ایک دقت نظر پیش کرتے ہیں کہ کسانوں کا ریاست کے تئیں کیا نظریہ تھا اور ریاست سے ان کو انصاف کی امیدیں کیا تھیں؟

1.2 کاشت کار اور ان کی زمینیں

مغل عہد کے ہند فارسی ماخذوں میں کاشت کاروں کے لئے عام طور پر رعیّت (جمع رعایا) یا مزارعین کی اس صطلاح استعمال کی گئی ہے۔ مزید براں ہمارا سابقہ کسان یا اسامی اصطلاحات سے پڑتا ہے۔ سترہویں صدی کے ماخذ دو طرح کے کاشت کاروں ''خود کاشت'' اور ''پاہی کاشت'' کا حوالہ دیتے ہیں۔ پہلے قسم کے کاشت کار وہ تھے جو گاؤں میں رہتے تھے۔

جن میں ان کی زمینیں ہوتی تھیں۔ دوسری قسم ''پاہی کاشت'' وہ کاشت کار تھے جو غیر مقیم تھے اور کسی دوسرے گاؤں سے تعلق رکھتے تھے، لیکن کہیں بھی ٹھیکے کی بنیاد پر زراعت کرتے تھے۔ لوگ ''پاہی کاشت'' یا تو اپنی مرضی سے بنتے تھے۔ جیسے ۔۔۔ جب مالگذاری کی شرائط کسی دور گاؤں میں موافق ملیں۔ یا مجبوری میں بنتے تھے جیسے ۔۔۔ قحط کے بعد معاشی مصیبت و پریشانی سے مجبور ہو کر۔

شمالی ہندوستان کے اوسط درجے کے کسان کے پاس شاذونادر ہی ایک جوڑی بیل اور دو ہل سے زیادہ کچھ ہوتا تھا۔ زیادہ تر کسانوں کے پاس اس سے بھی کم ہوتا تھا۔ گجرات میں جو کسان 6 ایکڑ کے قریب زمین کے مالک ہوتے تھے انھیں مالدار کسان سمجھا جاتا تھا۔ دوسری طرف بنگال میں ایک اوسط کسان کے پاس زمین کی آخری حد پانچ ایکڑ تھی۔ 10 ایکڑ زمین کسان کو مالدار اسامی بنا دیتی تھی۔ زراعت انفرادی ملکیت کے اصول پر مبنی تھی۔ کسان زمین کو اسی طرح بیچ اور خرید سکتے تھے جیسے دوسری زمین کے مالکِ ملکیت۔

انیسویں صدی کے دہلی ۔ آگرہ کے علاقے کے کسانوں کی زمین (ملکیت) کا یہ بیان سترہویں صدی پر اتنا ہی لاگو ہوتا ہے:

> کاشت کرنے والے کسان (اسامی) جو کھیتوں میں ہل چلاتے ہیں، کھیت کی پہچان اور حد بندی کے لئے مٹّی، اینٹ اور کانٹوں کے ساتھ نشان (چمن بندی) لگاتے ہیں۔ ایسے ہزاروں کھیت کسی بھی گاؤں میں شمار کیے جاسکتے ہیں۔

1.3 آبپاشی اور تکنیک

زمین کی افراط، مزدوروں کی دستیابی اور کسانوں کی حرکت پذیری، تین ایسے عنصر تھے جن کی وجہ سے زراعت میں مسلسل توسیع ہوئی۔ چونکہ زراعت کا بنیادی مقصد لوگوں کا پیٹ بھرنا تھا۔ اس لیے بنیادی پیداوار جیسے چاول، گیہوں یا باجرہ زیادہ پیدا کی جاتی تھی جن علاقوں میں 40 انچ یا اس سے زیادہ سالانہ بارش ہوتی تھی۔ وہ عام طور پر چاول کی پیداوار کے علاقے تھے اور کم پیمانے پر بارش والے علاقوں میں گیہوں اور باجرے کی کھیتی ہوتی تھی۔

مانسون ہندوستان کی زراعت کی ریڑھ کی ہڈّی تھا، جیسا کہ آج بھی ہے۔ لیکن کچھ فصلیں ایسی بھی تھیں جن کے لیے مزید پانی کی ضرورت تھی۔ اس کے لیے آبپاشی کا مصنوعی نظام اپنانا ہوتا تھا۔

آبپاشی کے منصوبوں کو ریاست کی حمایت بھی حاصل ہوتی تھی۔ مثال کے طور پر شمالی ہندوستان میں ریاست نے کئی نہریں اور نالے کھدوائے۔ کچھ پرانی نہروں جیسے شاہجہاں کے عہد میں پنجاب میں شاہ نہرہ کی مرمت کروائی گئی تھی۔

اگر چہ زراعت شدید محنت کا کام تھا۔ کسان کئی ایسی تکنیکوں کا استعمال کرتے تھے جو عموماً مویشی طاقت پر منحصر ہوتی تھیں۔ ایسی ایک مثال لکڑی کے ہل کی دی جاسکتی ہے جو ہلکا تھا اور ایک لوہے کی نوک یا پھال لگا کر آسانی سے بنایا جاسکتا تھا تاہم یہ مٹی کی گہری ریگھاری نہیں بناتے تھے۔ جس کی وجہ سے شدید گرمی کے مہینوں میں بہتر نمی باقی رہتی تھی۔ بیلوں کے جوڑے کے ذریعہ کھینچے جانے والے برموں کا استعمال بیج بونے کے لئے کیا جاتا تھا۔ لیکن بیجوں کو کھیتوں پر چھڑک کر بونے کے طریقے کا رواج زیادہ تھا۔ کھدائی اور نرائی ساتھ ساتھ کی جاتی تھی اور لکڑی کے چھوٹے دستے لگی کم چوڑی تھاپی کا استعمال کیا جاتا تھا۔

1.4 فصلوں کی افراط

موسم کی دو اہم گردشوں کے دوران زراعت کا نظم کیا جاتا تھا۔ ایک خریف (خزاں کے موسم میں) اور ربیع (بہار کے موسم میں)۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر بہت زیادہ خشک اور بنجر علاقوں کو مستثنیٰ کردیں تو زیادہ تر علاقوں میں کم از کم سال میں دو فصلیں (دوفصلہ) پیدا کی جاتی تھیں۔ جن علاقوں میں بارش یا آبپاشی کے لیے پانی کی رسد مستقل تھی وہاں تو تین فصلیں تک اگائی جاتی

ماخذ 1

کسانوں کی نقل مکانی

یہ ہندوستانی زرعی سماج کی ایک خصوصیت تھی جس نے مغل بادشاہ بابر کی تیز نگاہوں کو متوجہ کیا، جس کو اس نے اپنی خود نوشت ''بابرنامہ'' میں تحریر کیا:

ہندوستان میں دیہات بلکہ شہر بہت جلد آباد ہوجاتے ہیں اور اجڑ جاتے ہیں۔ برسوں سے آباد کسی بڑے شہر کے باشندے اگر بھاگنے پر آئیں تو ایک دن یا آدھے دن میں ایسے غائب ہوجاتے ہیں کہ نشان تک باقی نہیں رہتا۔ دوسری طرف اگر ان کی نگاہیں کسی مقام پر آباد ہونے کے لئے ٹھہر جائیں تو انھیں پانی کے ذرائع کھودنے کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ ان کی ساری فصلیں بارش کے پانی سے اُگتی ہیں۔ ہندوستان کی آبادی بے شمار ہے جیسے اس میں لوگوں کا جمِ غفیر ہے۔ وہ ایک تالاب یا کنواں بنا لیتے ہیں۔ انھیں گھر تعمیر کرنے یا دیوار بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔ خس گھاس افراط میں موجود ہے۔ لکڑی بے شمار ہے۔ جھونپڑیاں بناتے ہیں اور فوراً ہی ایک گاؤں یا شہر آباد ہوجاتا ہے۔

⇦ خاص طور پر شمالی ہندوستان کے ان علاقوں کی زرعی زندگی کے ان پہلوؤں کا تذکرہ کیجیے جنھوں نے بابر کی توجہ اپنی طرف مبذول کی۔

ماخذ 2

درختوں اور کھیتوں کی آبپاشی

یہ بابر نامہ سے لیا گیا ایک اقتباس ہے جس میں آبپاشی کے ان آلات کا ذکر ہے جن کا مشاہدہ بادشاہ بابر نے شمالی ہندوستان میں کیا تھا:

ہندوستان کے اکثر قطعات آراضی میدانوں اور ہموار زمینوں میں واقع ہیں۔ حالانکہ یہاں بہت سے شہر اور قابلِ زراعت زمینیں ہیں لیکن یہاں نہریں کہیں بھی جاری نہیں ہیں۔۔۔اس لئے۔۔۔کہ فصل کاشت کرنے کے لئے اور باغات کے لئے پانی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ خریف کی فصل تو برسات سے ہی ہو جاتی ہے۔ یہ بڑی حیرت کی بات ہے کہ بارش نہ برسے تو بھی ربیع کی فصل ہو جاتی ہے۔(تاہم بڑے بڑے درختوں کی پود کو رہٹ یا چرس کے ذریعہ پانی پہنچایا جاتا ہے)۔

لاہور۔ دیپال پور (دونوں ہی آج کے پاکستان میں) اور ایسے ہی دوسری جگہوں پر لوگ رہٹ سے آبپاشی کرتے ہیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ رسّی کے دو حلقے کنویں کی گہرائی کے برابر بناتے ہیں۔ ان دونوں میں لکڑیوں کے ٹکڑے یوں باندھتے ہیں کہ لکڑی کا ایک سرا ایک حلقے کی رسی میں اور دوسرا دوسرے حلقے کی رسی میں۔ ان لکڑیوں کے ٹکڑے میں لٹھیاں باندھتے ہیں۔ ان لکڑیوں اور لٹھوں سے بندھے حلقے کو چرخ پر ڈال دیتے ہیں جو کنویں کے منڈیر پر ہوتا ہے۔ اس چرخ کے سرے پر ایک چرخی دندانے دار ہوتی ہے اس چرخی کے پاس اور ایک چرخی دندانے دار ہوتی ہے جس کے دندانے چرخی کے دندانوں سے ٹکراتے ہیں اور جس کا شہتیر سیدھا ہوتا ہے۔ اس میں بیل جوتتے ہیں۔ جب بیل اس چرخ کو پھراتا ہے تو اس کے دندانے اس چرخی کے دندانوں سے ٹکرا کر اس کو چکّر دیتے ہیں۔ چرخی کے چکّر سے وہ حلقے والا چرخ گھومتا ہے۔ اس کے گھومنے سے حلقے کو گردش ہوتی ہے، حلقے کی گردش سے لٹھیاں اوپر نیچے آتی ہیں اور پانی گراتی ہیں۔ اس پانی کے لئے نالیاں بنا دیتے اور نالی سے جہاں چاہتے ہیں پانی لے جاتے ہیں۔

> ◐ آبپاشی کے جن آلات کا مشاہدہ بابر نے کیا تھا اس کا موازنہ وجے نگر (باب 7) کے ضمن میں آبپاشی سے متعلق آپ نے جو پڑھا ہے، سے کیجیے۔ آبپاشی کے ان دونوں نظاموں میں کس طرح کے وسائل کی ضرورت ہوتی ہے، ان میں سے کن نظاموں میں زرعی تکنیک میں اصطلاح کے لیے کسانوں کی شرکت کو یقینی کیا جاسکتا ہے؟

شکل 8.2

یہاں بیان کئے گئے فارسی رہٹ کی ازسرِ نو بنائی گئی تصویر۔

آگرہ، چھندوار اور بیانہ (موجودہ اتر پردیش میں واقع) اور ایسے دیگر علاقوں میں بھی لوگ چرس سے زراعت کی آبپاشی کرتے ہیں۔۔۔کنوئیں کے منہ پر ایک کنارے کے پاس دو شاخہ لکڑی مضبوطی سے گاڑ دیتے ہیں۔ دونوں شاخوں کے درمیان میں چرخی پھنسا دیتے ہیں پھر ایک بڑی بالٹی میں رسی باندھ دیتے ہیں۔ جس کو اس چرخی پر ڈال دیتے ہیں۔ رسّی کے ایک سرے پر بڑا ڈول بندھا ہوتا ہے۔ ایک شخص بیلوں کو ہانکتا ہے اور دوسرا بالٹی سے پانی نکالتا ہے۔

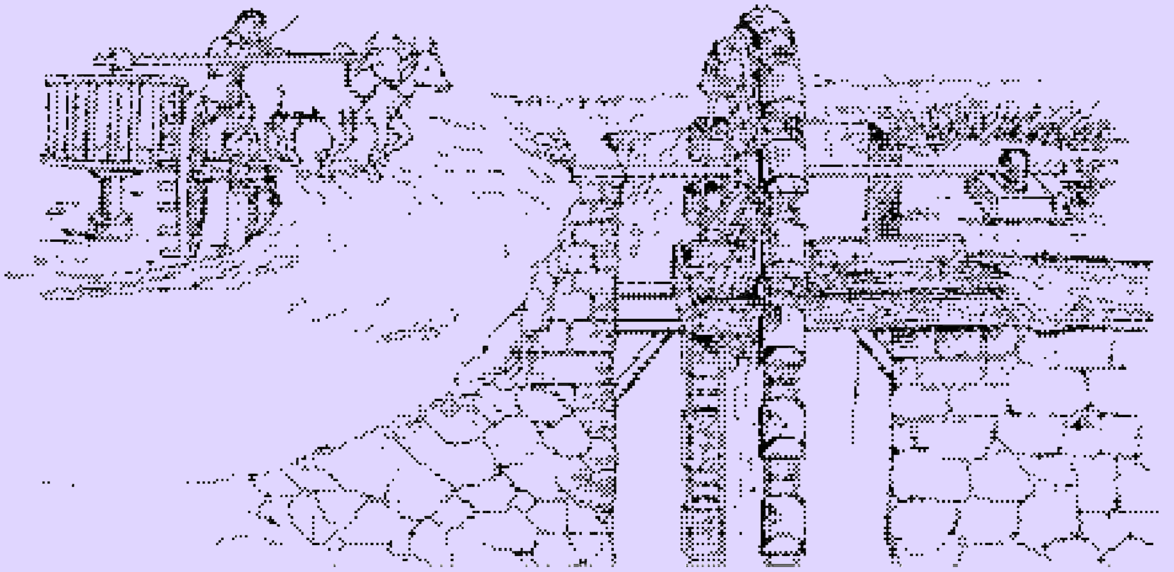

تھیں۔ مثال کے طور پر آئین ہمیں بتاتی ہے کہ دونوں موسم میں مغل صوبہ آگرہ میں 39 قسم کی فصلیں پیدا کی جاتی تھیں۔ صوبہ دہلی میں 43 قسم کی فصلیں پیدا ہوتی تھیں۔ اکیلے بنگال میں ہی چاول کی 50 قسمیں پیدا کی جاتی تھیں۔

تاہم روزمرّہ کی بنیادی کھیتی پر زیادہ زور دیا جاتا تھا۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ عہد وسطٰی میں زراعت صرف بقائے زندگی کے لیے کی جاتی تھی۔ ہمارے ماخذوں میں اکثر جنس کامل (لغوی معنٰی 'مکمل فصل') کی اصطلاح ملتی ہے۔ مغل ریاست ایسی فصلوں کی کاشت کرنے کے لیے کسانوں کی حوصلہ افزائی بھی کرتی تھی تاکہ ریاست کو زیادہ مال گزاری مل سکے۔ گھاس اور گنّے جیسی فصلیں افضل ترین جنس کامل تھیں۔ وسطی ہندوستان اور دکن کے پٹھاری علاقوں میں پھیلے ہوئے زمین کے بڑے بڑے ٹکڑوں پر کپاس اگائی جاتی تھیں۔ حالانکہ بنگال چینی کے لیے مشہور تھا۔ کچھ مختلف قسم کے بیج (مثال کے طور پر سرسوں) اور دالیں بھی نقدی فصلوں میں شامل کی جاتی تھیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اوسط کسانوں کی زمین پر کس طرح بقائے زندگی اور تجارت کے لیے کی جانے والی پیداوار ایک دوسرے سے قریبی طور پر باہم وابستہ تھی۔

سترھویں صدی کے دوران دنیا کے مختلف حصوں سے بہت سی نئی فصلیں برّصغیر ہند میں پہنچیں۔ مثال کے طور پر مکّا ہندوستان میں افریقہ اور اسپین کے راستے متعارف ہوا۔ سترھویں صدی تک یہ مغربی ہندوستان کی اہم فصلوں کی فہرست میں شامل ہوگیا۔ ٹماٹر، آلو، مرچ جیسی سبزیاں بھی نئی دنیا کے ذریعہ ہندوستان میں متعارف ہوئیں۔ اسی طرح اننّاس اور پپیتا جیسے پھل بھی وہیں سے آئے تھے۔

2. دیہی برادری

اوپر مذکور بیان سے واضح ہے کہ زرعی پیداوار میں کسانوں کی بہت زیادہ شرکت اور پہل ہوتی تھی۔ مغل سماج کے زرعی تعلقات کی ساخت پر یہ کیسے اثر انداز ہوئے تھے؟ یہ معلوم کرنے کے لیے آئیے ہم سماج کے ان گروہوں پر جو زراعت کے پھیلاؤ میں شامل تھے نیز ان کے رشتوں اور آویزش پر نظر ڈالتے ہیں۔

تمباکو کا پھیلاؤ

یہ پودا سب سے پہلے دکن پہنچا تھا۔ سترھویں صدی کے ابتدائی سالوں میں یہ شمالی ہندوستان تک پھیل گیا۔ آئین میں شمالی ہندوستان کی فصلوں کی فہرست میں تمباکو کا ذکر نہیں ہے۔ 1604 میں اکبر اور اس کے امرا پہلی دفعہ تمباکو کے قریب آئے یعنی متعارف ہوئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تمباکو نوشی (حقّہ یا چلم میں) کی لت نے زور پکڑا تھا۔ جہانگیر اس لت کے پھیلنے سے کافی فکرمند تھا۔ لہٰذا اس نے اس پر پابندی کر دی۔ لیکن یہ پابندی پوری طرح غیر مؤثر ثابت ہوئی۔ کیونکہ سترھویں صدی کے آخر تک تمباکو پورے ہندوستان میں استعمال، کھیتی اور تجارت کی ایک اہم جنس تھی۔

زرعی خوشحالی اور آبادی میں اضافہ

زرعی پیداوار کے تنوّع اور لچیلے طریقوں کا ایک اہم نتیجہ یہ نکلا کہ آبادی آہستہ آہستہ بڑھنے لگی۔ معاشی مؤرخین کے تخمینے کے مطابق وقت وقت پر قحط اور وہاں سے پیدا ہونے والے انتشار کے باوجود 1600 سے 1800 کے درمیان ہندوستان کی آبادی میں تقریباً پانچ کروڑ کا اضافہ ہوا۔ 200 سالوں میں یہ تقریباً 33 فی صد کا اضافہ تھا۔

ہم دیکھ چکے ہیں کہ کاشت کار (کسان) کی اپنی زمین پر انفرادی ملکیت ہوتی تھی۔ جہاں تک ان کے سماجی وجود کی بات ہے وہ کئی پہلوؤں کے ساتھ ایک مشترکہ دیہی برادری کے تین عناصر.........کاشت کار، پنچایت اور گاؤں کا مکھیا (مقدم یا منڈل) تھے۔

2.1 ذات اور دیہی ماحول

ذات اور ذات کی بنیاد پر گہری نا انصافی اور دیگر ذات کے امتیازات کے معنی، کاشت کار بے حد مختلف العناصر گروہوں میں تقسیم تھے۔ کھیتوں کی جتائی کرنے والوں میں ایک بڑی تعداد ایسے لوگوں کی تھی جو ذلیل سمجھے جانے والے کاموں میں لگے تھے یا پھر زرعی مزدور (مأجور) تھے۔

باوجود یہ کہ قابلِ زراعت زمین کی افراط تھی پھر بھی کچھ ذاتوں کے گروہوں کو ذلیل سمجھے جانے والے کام ہی دیے جاتے تھے۔ اس طرح وہ لوگ غریبی میں ڈھکیل دیے جاتے تھے۔

گفتگو کیجیے...

اس سیکشن میں مذکور کون سے زرعی معمولات اور تکنیک باب 2 میں مذکور سے مشابہ یا مختلف ہیں۔ ان کی شناخت کیجیے۔

شکل 8.3
ابتدائی انیسویں صدی کی تصویر جس میں پنجاب کے ایک گاؤں کو مصوّر کیا گیا ہے۔

بتائیے کہ تصویر میں خواتین اور مرد کیا کیا کام کرتے ہوئے دکھائے گئے ہیں؟ ساتھ ہی گاؤں کے فنِّ تعمیر کو بھی بیان کیجیے۔

حالانکہ مردم شماری تو اس زمانے میں نہیں ہوتی تھی، پر مختصر سے اعداد و شمار ہمیں بتاتے ہیں کہ گاؤں کی آبادی کا ایک حصہ ایسے ہی گروہوں پر مشتمل تھا۔ان کے پاس بہت کم وسائل تھے۔ان کی یہ حالت ذات پات کی درجہ بندی میں قید تھی۔ ویسی ہی حالت جیسے آج جدید ہندوستان میں دلتوں کی ہے۔ اس طرح کے امتیازات دیگر برادریوں میں بھی سرایت کرنا شروع ہو گئے تھے۔ مسلم برادری میں بھی ذلیل کاموں سے وابستہ ''حلال خور'' (خاک روب، مہتر) جیسے گروہ گاؤں کی حدود کے باہر ہی رہ سکتے تھے۔اسی طرح بہار میں ''فلاح زادہ'' (لغوی معنی کشتی چلانے والے کا لڑکا) کا موازنہ غلاموں سے کیا جا سکتا تھا۔

سماج کے نچلے طبقوں میں ذات، غربت اور سماجی حیثیت کے درمیان راست تعلق باہمی تھا۔ ایسا باہمی تعلق متوسط سطح کے طبقوں کے درمیان نظر نہیں آتا تھا۔ سترہویں صدی میں مارواڑ میں لکھے گئے ایک رسالے میں راجپوتوں کا ذکر بحیثیت کسان کیا گیا ہے۔اس رسالے میں جاٹوں کو بھی یہی جگہ دی گئی ہے جو ذات پات کی درجہ بندی میں نچلی سطح پر پاتے ہیں۔ سترہویں صدی میں ''گورو'' (Gauravas) جو ورنداون (اتر پردیش) کے قرب و جوار میں زمین کی جتائی کرتے تھے، نے بھی راجپوت حیثیت حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔ مویشی پالن اور باغبانی میں بڑھتے منافع کی وجہ سے اہیر، گوجر اور مالی جیسی ذاتیں سماجی درجہ بندی میں اوپر اٹھیں۔ مشرقی علاقوں میں درمیانی گلّا بان اور مچھرے جیسی ذاتیں جیسے سدگوپ اور کیورت بھی کسانوں کا درجہ حاصل کرنے لگے۔

2.2 پنچایت اور مکھیا

گاؤں کی پنچایت بزرگوں کی ایک مجلس تھی۔ عموماً یہ گاؤں کے اہم افراد ہوا کرتے تھے جن کے پاس اپنی ملکیت کے موروثی حقوق ہوا کرتے تھے۔ پنچایت عام طور پر مختلف العناصر جماعت تھی۔ پنچایت ایک چندسری حکومت (مجلس) تھی جس میں گاؤں کی مختلف ذاتوں اور برادریوں کی نمائندگی ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ بعید از قیاس ہے کہ گاؤں کے ذلیل اور زرعی مزدوروں کی اس میں نمائندگی ہوتی ہو۔ان پنچایتوں کے فیصلے تمام ممبران کو ماننے ضروری تھے۔

پنچایت کا سربراہ ایک مکھیا جو مقدم یا منڈل کے نام سے معروف تھا، ہوتا تھا۔ کچھ ماخذوں سے ایسے ظاہر ہوتا ہے کہ مکھیا کا انتخاب گاؤں کے بزرگوں کی عام اتفاق رائے سے ہوتا تھا۔ اس انتخاب کی منظوری زمیندار سے لینی ہوتی تھی۔ مکھیا اپنے عہدے پر اس وقت تک برقرار رہتا تھا

بدعنوان منڈل

منڈل اکثر اپنے عہدے کا غلط استعمال کرتے تھے بنیادی طور پر ان پر یہ الزام تھا کہ وہ پٹواری کے ساتھ مل کر حساب کتاب میں چشم پوشی کرکے دھوکا دہی کرتے تھے اور یہ بھی کہ وہ اپنی زمین کی مال گزاری کا تخمینہ کم کرکے چھوٹے کسانوں پر اس کا زائد بوجھ ڈال دیتے تھے۔

شکل 8.4
ابتدائی انیسوی صدی کی تصویر جس میں گاؤں کے بزرگوں کی ملاقات محصول جمع کرنے والے افسران کے ساتھ دکھائی گئی ہے۔

مصوّر نے گاؤں کے بزرگوں اور محصول جمع کرنے والے افسران کے درمیان کیسے فرق کیا ہے؟

جب تک گاؤں کے بزرگوں کا اعتماد اس پر قائم تھا۔ اس میں ناکام ہونے پر بزرگ اسے برخاست کر سکتے تھے۔ گاؤں کی آمدنی اور اخراجات کا حساب کتاب اپنی نگرانی میں مرتب کروانا مکھیا کا بنیادی کام تھا۔ اس کام میں پنچایت کا محاسب یا پٹواری اس کی مدد کرتا تھا۔

گاؤں کا مالی ذخیرہ لوگوں کے انفرادی چندے سے اخذ کیا جاتا تھا جو مشترکہ سرمائے میں جمع ہوتا جاتا تھا۔ اس مالی ذخیرے سے ان مال گذاری افسران کی خاطر تواضع پر بھی خرچ کیا جاتا تھا جو وقتاً فوقتاً گاؤں کا دورہ کرتے تھے۔ اس مالی ذخیرے کا استعمال دیہی برادری کی فلاح کی سرگرمیوں مثلاً باڑھ جیسی قدرتی آفات سے نپٹنے کے لیے جمع کیا جاتا تھا۔ اس مالی ذخیرے کا استعمال عام طور پر ایسے کاموں کے لیے بھی کیا جاتا تھا جس کے خرچ کو کسان بذات خود برداشت نہیں کر سکتا تھا جیسے باندھ کی تعمیر یا نہروں کا کھدوانا۔

پنچایت کا ایک اہم کام یہ بھی تھا کہ گاؤں میں رہنے والی مختلف برادریوں کے لوگ اپنی اپنی ذات کی حدود میں رہیں۔ مشرقی ہندوستان میں سبھی شادیاں منڈل کی موجودگی میں ہوتی تھیں بالفاظ دیگر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ''بنیادی طور پر کسی بھی قسم کی ذات کی خلاف ورزی روکنے کے لیے'' لوگوں کے کردار پر نظر رکھنے کی ذمہ داری گاؤں کے مکھیا کے فرائض میں سے ایک تھی۔

پنچایت کو جرمانے لگانے اور برادری سے باہر کرنے جیسی زیادہ سخت سزا دینے کا اختیار حاصل تھا۔ برادری سے باہر نکالنا ایک سخت قدم تھا جو زیادہ تر معاملوں میں ایک محدود وقت کے لیے ہوتا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ایک مجرم شخص کو مجبور کیا جاتا تھا کہ وہ گاؤں چھوڑ دے۔ اس دوران وہ اپنی ذات سے باہر ہو جاتا تھا اور اپنے پیشے کے معمولات کو جاری رکھنے کا حق کھو دیتا تھا۔ اس طرح کے اقدام کا مقصد ذات پات کے معیارات کی خلاف ورزی کو روکنا تھا۔

مزید براں دیہی پنچایت کے علاوہ گاؤں میں ہر ذات کی اپنی ذاتی پنچایت ہوتی تھی۔ دیہی سماج میں یہ پنچایتیں کافی طاقت رکھتی تھیں۔ راجستھان میں ذات پنچایتیں مختلف ذاتوں کے ممبران کے درمیان دیوانی کے جھگڑوں کا فیصلہ کرتی تھیں۔ وہ زمین پر دعوے کے جھگڑوں میں ثالثی کرتی تھیں۔ یہ طے کرتی تھیں کہ شادیاں ایک خاص ذات کے گروہ کے معیاروں کے مطابق

ہو رہی ہیں یا نہیں اور یہ بھی طے کرتی تھیں کہ گاؤں کی تقریبات و رسوم میں کس کو کس پر ترجیح دی جائے گی۔ اور اسی طرح کے دیگر معاملات ،مجرمانہ انصاف کے معاملات کو چھوڑ کر زیادہ تر معالات میں ریاست پنچایت کے فیصلوں کا احترام کرتی تھی۔

شکل 8.5
سترھویں صدی کی ایک تصویر جس میں کپڑا پیداوار کو مصور کیا گیا ھے۔

➲ تصویر میں دکھائی گئی سرگرمیوں کو بیان کیجیے۔

مغربی ہندوستان خاص طور پر راجستھان اور مہاراشٹر کے آرکائیوز کی دستاویزات ایسی درخواستوں پر مشتمل ہیں جس میں پنچایت سے ''اعلیٰ'' ذاتوں یا ریاست کے افسران کے خلاف جبری ٹیکس کی وصولیابی یا '' بیگار'' نافذ کرنے کی شکایتیں کی گئی ہیں۔ عام طور پر یہ درخواستیں دیہی سماج کے سب سے نچلے طبقے کے لوگوں کے ذریعہ دی جاتی تھیں۔ اکثر اجتماعی طور پر بھی ایسی درخواستیں دی جاتی تھیں جن میں کسی ایک ذات کے گروہ یا برادری کے لوگ چیدہ گروہ کی طرف سے ان مطالبوں کے خلاف اپنی ناراضگی ظاہر کرتے تھے جن کو وہ اخلاقی طور پر خلافِ قانون سمجھتے تھے۔ ان میں بہت زیادہ ٹیکس کا مطالبہ، خاص طور پر خشک سالی کے زمانے میں یا قدرتی آفات کے زمانے میں جب کاشت کاروں کی بقائے زندگی کو خطرہ لاحق ہوتا تھا، شامل تھیں۔ درخواست کنندگان کی نظروں میں زندہ رہنے کے لیے کم از کم بنیادی وسائل کا قاعدہ و قانون کا رواجی حق تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ دیہی پنچایت ایک اپیل کورٹ کی طرح ہے جو ریاست کے اخلاقی اور قانونی فرائض ادا کرائے گی اور انصاف کی ضمانت دے گی۔

''نچلی ذات'' کے کسانوں اور ریاست کے افسران یا مقامی زمین دار کے درمیان جھگڑوں میں پنچایت کے فیصلے الگ الگ معاملوں میں الگ الگ ہو سکتے تھے۔ زیادہ محصول کے مطالبوں کے معاملے میں پنچایت اکثر مشورہ دیتی تھی۔ جن معاملات میں از سر نو مصالحت ناکام ہو جاتی تھی وہاں کسان مزاحمت کے زیادہ سخت طریقے اختیار کرتے تھے۔ جیسے گاؤں کی سکونت ترک کر دینا۔ غیر مزروعہ زمین نسبتاً آسانی سے دستیاب تھی اور مزدور وسائل کو لے کر مقابلہ آرائی تھی۔ اس وجہ سے گاؤں چھوڑ کر بھاگ جانا کسانوں کے ہاتھوں میں ایک مؤثر ہتھیار تھا۔

2.3 دیہی دست کار

مختلف آجروں کے درمیان رشتوں کے مبادلے گاؤں کا ایک دیگر

دلچسپ پہلو تھا۔ مراٹھی دستاویزات اور انگریزی حکمرانی کے ابتدائی برسوں میں کیے گئے گاؤں کے سروے ظاہر کرتے ہیں کہ گاؤں میں دست کاروں کا مناسب تعداد میں وجود تھا۔ کبھی کبھی تو گاؤں میں کل گھروں کے 25 فی صد گھر دست کاروں کے تھے۔

تاہم بعض اوقات تو دیہی سماج میں دست کاروں اور کسانوں کے درمیان امتیاز کرنا مشکل تھا کیونکہ کئی ایسی جماعتیں تھیں جو دونوں کے کام انجام دیتی تھیں۔ کاشت کار اور ان کے خاندان کے لوگ دست کاری پیداوار میں بھی شرکت کرتے تھے۔ جیسے رنگائی، کپڑوں کی چھپائی، مٹّی کے برتنوں کا پکانا، کھیتی کے آلات کا بنانا اور مرمت کرنا وغیرہ۔ زرعی کلینڈر کے اس دور میں جب ان کو نسبتاً فرصت ہوتی تھی جیسے کہ تخم ریزی اور نرائی کے درمیان یا نرائی اور کٹائی کے درمیان۔ اس وقت یہ کاشت کار اور دست کار پیداوار میں مشغول ہو سکتے تھے۔

گاؤں کے دست کار جیسے کمہار، لوہار، بڑھئی، نائی ۔ یہاں تک کے سنار اپنی مخصوص خدمات مہیا کراتے تھے جس کے عوض گاؤں والے انھیں مختلف ذریعوں سے معاوضہ دیتے تھے۔ فصل کے ایک حصے کی ادائیگی کے ذریعہ اس کو ادا کرنے کا عام طریقہ تھا یا پھر زمین کا ایک حصہ شاید قابل کاشت بیکار زمین، جس کو غالباً پنچایت طے کرتی تھی۔ مہاراشٹر میں ایسی زمین دست کاروں کی ''میراث'' یا ''وطن'' بن گئی تھی جس پر ان کا موروثی حق واجارہ ہوتا تھا۔

اس نظام کا ایک اور تنوع تھا۔ جہاں دست کار اور انفرادی کسان گھرانے باہمی گفت وشنید کے ذریعہ معاوضے کے ایک نظام، زیادہ تر خدمات کے لیے جنس پر راضی ہو جاتے تھے۔ مثال کے طور پر اٹھارھویں صدی کے دستایزات ہمیں بتاتے ہیں کہ بنگال میں زمین دار لوہاروں، بڑھئی یہاں تک کہ سناروں کو ان کے کام کے عوض ''روزانہ کا بھتّہ اور کھانے کے لیے نقدی دیتے تھے''۔ اس نظام کو بعد میں ''ججمانی'' نظام کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ اگر چہ یہ اصطلاح سولھویں اور سترھویں صدی تک رائج نہیں تھی۔ اس طرح کی شہادت دلچسپ ہے کیونکہ ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ گاؤں کی چھوٹی سطح پر مستعمل مبادلہ نیٹ ورک کے طریقے کتنے پیچیدہ تھے۔ ایسا نہیں تھا کہ نقد ادائیگی کا رواج بالکل غیر معروف تھا۔

2.4 ایک ''چھوٹی جمہوریہ''؟

دیہی برادری کی اہمیت کو ہم کیسے سمجھیں؟ انیسوی صدی میں کچھ برطانوی افسران نے گاؤں کو ایک ''چھوٹی جمہوریہ'' کی شکل میں دیکھا جو مجموعی سطح پر وسائل اور محنت کی حصہ داری کے برادرانہ

ساجھی (شریک) کی بنیاد پر بنا تھا۔ تاہم یہ سماج معاشی مساوات کی علامت نہ تھا۔ یہاں املاک کی انفرادی ملکیت تھی اور ذات وجنس کا بنیاد پر گہرا امتیاز تھا۔ طاقت ور لوگوں کا گروہ گاؤں کے معاملات کو طے کرتا تھا۔ کمزور فرقوں کا استحصال کرتا تھا اور انصاف کرنے کا اختیار رکھتا تھا۔

اس سے بھی زیادہ اہم بات یہ ہے کہ گاؤں اور شہروں کے درمیان تجارت کے ذریعہ ایک نقد کا رابطہ پہلے سے ہی ارتقا پذیر تھا۔ مغلوں کے مرکزی علاقوں میں بھی مال گذاری کا تخمینہ اور وصولی نقد میں کی جاتی تھی۔ جو دستکار برآمد مارکیٹ کے لیے پیداوار کرتے تھے (مثال کے طور پر جولاہے) انھیں پیشگی یا مزدوری نقد میں ملتی تھی۔ اسی طرح کپاس، ریشم، یا نیل جیسی تجارتی اشیا پیدا کرنے والوں کی ادائیگی بھی نقد میں ہوتی تھی۔

گفتگو کیجیے ...

اس سیکشن میں بیان کی گئی پنچایتیں آپ کے خیال میں کن معنی میں موجودہ دور کی گرام پنچایتوں سے مساوی یا مختلف تھیں؟

3. زرعی سماج میں خواتین

جیسا کہ آپ نے مختلف سماجوں میں مشاہدہ کیا ہوگا کہ اکثر پیداوار کے عمل میں مشغول مرد اور خواتین ایک یقینی طے شدہ کردار ادا کرتے ہیں۔ جس تناظر میں ہم تحقیق کر رہے ہیں وہاں مرد خواتین کندھے سے کندھا ملا کر کھیتوں میں کام کرتے تھے۔ مرد کھیت جوتتے تھے اور ہل چلاتے تھے جبکہ خواتین تخم ریزی، نرائی، کاہنا اور تیار فصل سے غلّے کو بھوسا اڑا کر صاف کرتی تھیں۔ چھوٹے گاؤں کے ارتقا اور کاشت کار کی انفرادی کھیتی کی توسیع کے ساتھ جو عہد وسطٰی کے ہندوستان کی زراعت کی خاصیت تھی، پورے گھرانے کی محنت اور وسائل پیداوار کی بنیاد تھے۔ فطری طور پر اس تناظر میں جنس کی بنیاد گھر (عورتوں کے لیے) اور باہر دنیا (مردوں کے لیے) کے درمیان علاحدگی کرنا ممکن نہ تھا۔ تاہم عورتوں کے حیاتیاتی امور سے متعلق تعصّبات جاری رہے۔ مثال کے طور پر مغربی ہندوستان میں خواتین کو دوران حیض ہل یا کمہار کے چاک کو چھونے کی اجازت نہ تھی یا بنگال میں ان باغان (کنج) میں جہاں پان اگائے جاتے تھے، داخل ہونے کی اجازت نہ تھی۔

سوت کاتنے، برتن بنانے کے لیے مٹی کو چھاننے اور گوندھنے اور کڑھائی جیسی دست کاری، ایسے

گاؤں میں نقدی

سترھویں صدی کے فرانسیسی سیاح جینبپٹسٹ ٹیورنیر نے یہ قابل ذکر پایا کہ ''ہندوستان میں بے شک وہ گاؤں بہت چھوٹا ہوگا اگر اس میں نقدی تبدیل کرنے والے نہ ہوں، جنھیں ''صراف'' کہا جاتا ہے۔ وہ ایک بینکر کی طرح نقدی کی ترسیل کرتے ہیں جو اپنی مرضی سے پیسے کے مقابلے روپیے کی قیمت کو بڑھا دیتے ہیں اور کوڑیوں کے مقابلے پیسے کی۔''

شکل 8.6
کام میں مشغول صرّاف

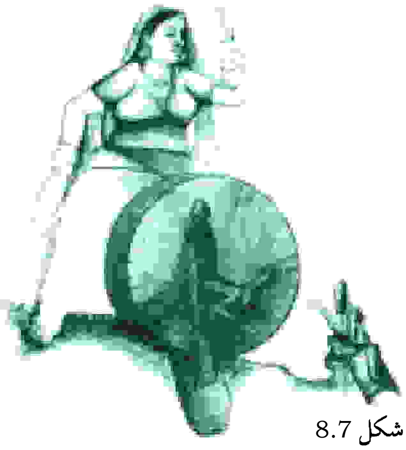

شکل 8.7
سوت کاتتی ایک عورت

بہت سے پیداوار کے پہلو تھے جو خواتین کی محنت پر منحصر تھے۔ مصنوعات جتنی تجارتی بنتی تھیں اس کی پیداوار کے لیے خواتین کی محنت کی مانگ اتنی ہی بڑھتی تھی۔ حقیقتاً کسان اور دست کار خواتین نہ صرف کھیتوں میں کام کرتی تھیں بلکہ، اگر ضروری ہوا تو وہ تاجر کے گھروں اور بازاروں میں بھی جاتی تھیں۔

خواتین کو زرعی سماج میں ایک اہم وسیلہ بھی سمجھا جاتی تھا کیونکہ وہ محنت پر مبنی سماج میں بچے پیدا کرنے کی صلاحیت کی حامل تھیں۔ اس کے باوجود عام طور پر بیویوں (شادی شدہ عورتوں) کی کمی تھی۔ کیونکہ غذایت کی کمی کی وجہ سے، بکثرت حاملہ ہونے اور بچے کی پیدائش کے وقت موت ہونے کی وجہ سے عورتوں میں شرح اموات زیادہ تھی۔ اس نے کسان اور دست کار برادریوں میں سماجی رواجوں کو پیدا کیا جو چیدہ گروہوں میں رائج رواجوں سے مختلف تھے۔ بہت سی دیہی برادریوں میں شادی کے لیے دلہن کی قیمت ادا کرنے کی ضرورت ہوتی تھیں بہ نسبت جیز کے جو دلہن کی فیملی دیتی تھی۔ طلاق شدہ اور بیوہ خواتین۔ دونوں کی ہی دوسری شادی کو قانونی درجہ حاصل تھا۔

عورتوں میں بچے پیدا کرنے کی صلاحیت کی وجہ سے انھیں بڑی اہمیت دی جاتی تھی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان پر قابو کھونے کا بڑا خوف بھی تھا۔ قائم شدہ سماجی معیاروں کے مطابق گھرانے کا سربراہ یعنی مکھیا مرد ہوتا تھا۔ اس طرح خاندان کے مرد ممبران اور برادری کے ذریعہ عورتوں کو سخت نگرانی میں رکھا جاتا تھا۔ بے وفائی کے شک پر عورتوں کو سخت اور خوف ناک سزا دی جاسکتی تھی۔

راجستھان، گجرات اور مہاراشٹر وغیرہ مغربی ہندوستان سے ایسے دستاویزات ملے ہیں جن میں عورتوں نے تلافی اور انصاف حاصل کرنے کے لیے دیہی پنچایت کو درخواستیں بھیجیں تھیں۔ بیویاں اپنے شوہروں کی بے وفائی کے خلاف احتجاج کرتی تھیں یا گھرانے یعنی گرہستی کے مرد سربراہ کے ذریعہ بیوی اور بچوں کو نظر انداز کرنے کا الزام لگاتی تھیں۔ اگرچہ مرد کی بے وفائی پر ہمیشہ سزا نہیں ملتی تھیں۔ ریاست اور ''اعلیٰ'' ذات کے گروہ مداخلت کرکے یہ یقینی کرتے تھے کہ کنبہ کے گذارے کا مناسب اہتمام ہو جائے۔ زیادہ تر معاملات میں جو عورتیں پنچایت کو درخواستیں دیا کرتی تھیں تو ان کے نام دستاویز سے نکال دیے جاتے تھے۔ درخواست کنندہ کا حوالہ گرہستی کے مرد کے سربراہ کی ماں، بہن یا بیوی کے طور پر کیا جاتا تھا۔

مالکان اراضی طبقہ میں عورتوں کو ملکیت میں ترکہ پانے کا حق حاصل تھا۔ پنچایت کی

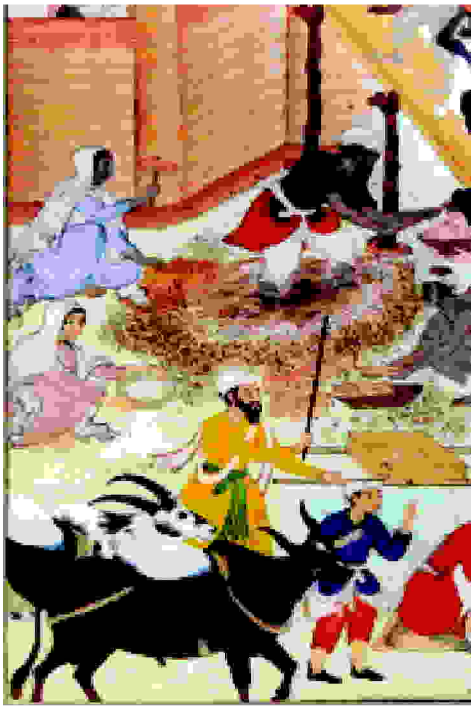

شکل 8.8 (a)
فتح پور سیکری کی تعمیر کا منظر خواتین پتھر توڑتے ہوئے۔

شکل 8.8 (b)
بوجھ ڈھوتی خواتین"
قرب وجوار کے دیہات سے آنے والی خواتین اکثر ایسے تعمیراتی مقامات پر کام کرتی تھیں۔

مثالوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہاں خواتین بشمول بیوہ عورتیں ترکے میں پائی ملکیت کے فروخت کردہ کے بطور دیہی زمین کے بازار میں سرگرم حصہ لیتی تھیں۔ ہندو اور مسلمان عورتوں کو زمین داری ترکے میں ملتی تھی۔ جس کو فروخت کرنے یا گروی رکھنے کے لیے آزاد تھیں۔ اٹھارھویں صدی میں بنگال میں خواتین زمین دار معروف تھیں۔ حقیقتاً اٹھارھویں صدی کی سب سے بڑی اور مشہور زمینداروں میں ایک راج شاہی کی زمینداری تھی جس کا نظم نسق ایک عورت سنبھالتی تھی۔

بحث کیجیے ....

کیا آپ کی ریاست میں زرعی زمین پر مردوں اور عورتوں کی دسترس میں کسی طرح کا کوئی فرق ہے؟

4. جنگلات اور قبائل

4.1 سکونت پذیر گاؤں سے دور

دیہی ہندوستانی سماج میں بہ نسبت مقیم زراعت کے بھی بہت کچھ تھا۔ شمالی اور مغربی ہندوستان کے پیدائش افزا زراعت والے صوبہ جات کو چھوڑ کر زمین بہت وسیع گھنے جنگلات یا جھاڑیوں (خربندی) سے بھری پڑی تھی۔ ایسے علاقے پورے مشرق، وسطی، شمالی ہندوستان (بشمول ہند نیپال سرحد کی ترائی کے علاقے) جھارکھنڈ اور جزیرہ نما ہند کے مغربی گھاٹ تک اور دکن کے پٹھار تک موجود تھے۔ اگرچہ اس عہد میں کل ہند سطح پر جنگلات کے پھیلاؤ کا اوسط نکالنا تقریباً ناممکن ہے۔ ہم عصر ماخذوں کی بنیاد پر یہ قیاس لگایا جا سکتا ہے کہ یہ اوسطاً 40 فی صد تھا۔

ہم عصر تصانیف (کتابوں) میں جنگلات میں رہنے والوں کے لیے ''جنگلی'' کی اصطلاح مستعمل تھی۔ تاہم جنگلی ہونے کا مطلب ''تہذیب'' کی عدم موجودگی نہ تھا۔ جیسا کہ آج کل اس اصطلاح کا استعمال بظاہر اسی معنی میں کیا جاتا ہے، بلکہ یہ اصطلاح ان دنوں ان لوگوں کے لیے استعمال کی جاتی تھی جن کی گذر بسر جنگلات کی پیداوار، شکار اور نقل پذیر زراعت پر منحصر تھی۔ یہ

شکل 8.9

نیل گائے کا شکار کرتے ہوئے شاھجھاں کی تصویر

اس میں آپ کیا دیکھتے ہیں، بیان کیجیے۔ اس میں ایسا کون سا اشارتی عنصر ہے جو شکار اور مثالی انصاف کو مربوط کرتا ہے؟

سرگرمیاں وسیع طور پر مقررہ موسم میں ہوتی تھیں۔ مثال کے طور پر بھیلوں میں بہار کا موسم جنگلات کی پیداوار کو جمع کرنے کے لیے، گرمی کا موسم مچھلی کے شکار کے لیے، مانسون کے مہینے زراعت کے لیے، خزاں اور سردی کا موسم شکار کے لیے متعین تھے۔ یہ سلسلہ قیاسی تھا اور دائمی حرکت پذیری پر مبنی تھا جو ان جنگلات میں رہنے والے قبائل کی ایک ممتاز خصوصیت تھی۔

ریاست کے لیے جنگلات ایک تخریبی مقام تھے یعنی مذاحمت کاروں کے لیے جائے پناہ (مأ وئ) تھے۔ ایک دفعہ پھر ہم بابر کی طرف مراجعت کرتے ہیں جو کہتا ہے کہ جنگلات عمدہ حفاظت مہیا کراتے تھے جس کے پیچھے پرگنہ کے لوگ سخت باغی ہو جاتے تھے اور محصول ادا نہیں کرتے تھے۔

4.2 جنگلات میں یورش

جنگل میں باہری طاقتیں کئی طرح سے داخل ہوتی تھیں۔ مثال کے طور پر ریاست کو فوج کے لیے ہاتھیوں کی ضرورت ہوتی تھی۔ اس لیے جنگلات کے باشندوں سے وصول کی جانے والی پیشکش میں اکثر ہاتھیوں کی رسد شامل ہوتی تھی۔

مغل سیاسی نظریہ میں، غربا و مالدار تمام رعایا کے لیے انصاف کو یقینی کرنے کا ریاست کے قومی تعلق کا ایک مظہر شکار تھا۔ جیسا کہ درباری مؤرخ ہمیں بتاتے ہیں کہ مسلسل شکار کی مہموں کے لیے بادشاہ اپنی سلطنت کی وسیع عملداریوں کا سفر کیا کرتا تھا اور ذاتی طور پر ان علاقوں کے باشندوں کی شکایات سنا کرتا تھا۔ درباری مصوّروں کی تصاویر میں شکار ایک مستقل عنوان تھا۔ تصاویر میں مصوّر ایک چھوٹا سا دلچسپ منظر ایک آلے کے طور پر کہیں بھی بنا دیتے تھے۔ جو ہم آہنگی کے عہد کی علامت تھا۔

''پرگنہ''، مغل صوبہ کی ایک ذیلی انتظامی تقسیم تھی۔

''پیشکش''، مغل ریاست کے ذریعہ لیے جانے والے خراج و نذرانے کی ایک شکل تھی۔

ماخذ 3

زرعی بستیوں کے لیے جنگلات کی صفائی

یہ اقتباس سولھویں صدی کے ایک بنگالی شاعر مکندرام چکرروتی کی نظم ''چنڈی منگل'' سے لیا گیا ہے۔ نظم کا ہیرو، ''کال کیتو'' نے جنگلات کی صفائی کروا کر ایک ریاست قائم کی تھی۔

خبر سنتے ہیں بیرونی لوگ مختلف مقامات سے آئے
پھر کال کیتو خریدا اور ان میں تقسیم کر دیا
بھاری چاقو، کلہاڑیاں، جنگلی تیشے اور برچھے (بلم)۔
شمال سے داس (لوگ) آئے
ان میں سے سو پیش قدمی کرتے ہوئے
وہ حیرت زدہ ہوئے کال کیتو کے معجزے پر
جس نے ہر ایک کو سپاری تقسیم کی
جنوب سے کاشت کار آئے
ان میں سے پانچ سو ایک منتظم کی قیادت میں آئے
مغرب سے آئے ظفر میاں
بائیس ہزار افراد کے ساتھ
ان کے ہاتھوں میں تھے سلیمان موتی
اپنے پیر اور پیغمبر کے ناموں کا وِرد کرتے
جنگل کو صاف کرنے کے بعد
انھوں نے کیے بازار قائم کیے
سیکڑوں اور سیکڑوں کی تعداد میں بیرونی لوگ
کھا گئے (جنگلوں کو) اور داخل ہو گئے جنگل میں
کلہاڑی کی آواز سن کے
چیتے حراساں ہوئے اور دہاڑتے ہوئے بھاگ گئے

یہ متن جنگل کے اندر دراندازی کی کون سی شکلوں کو ظاہر کرتا ہے؟ اس پیغام کا موازنہ شکل 8.9 میں بنی پینٹنگ سے کیجیے۔ جنگل میں رہنے والے لوگوں کے مقابلے کن لوگوں کی شناخت ''بیرونی'' لوگوں کے طور پر کی گئی ہے؟

ماخذ 4

پہاڑی قبائل اور میدانی لوگوں کے درمیان تجارت، تقریباً 1595

اودھ صوبہ (موجودہ اتر پردیش کا حصہ) کے میدانی علاقوں اور پہاڑی قبائل کے درمیان ہونے والے لین دین کے ضمن میں ابوالفضل یوں بیان کرتا ہے:

شمال کے پہاڑوں سے انسانوں، تومندٹٹو اور بکری کی پیٹھ پر لاد کر بڑی مقدار میں سونا، تانبہ، سیسہ، مشک، جنگلی بیل (یاک) کی دم، شہد، چوک (سنترے کے رس اور لیموں کے رس کو ابال کر بنایا جانے والا ایک ایسڈ)، انار کے دانے، ادرک، لمبی مرچ، مجیٹھ (ایک پودا جس سے لال رنگ بنایا جاتا ہے) کی جڑیں، سہاگہ، جدوار (ہلدی سے مشابہ جڑ)، موم، اونی کپڑے، لکڑی کے برتن و اشیا، شاہین (شکرہ)، سیاہ باز، مرلین (ایک قسم کا باز) اور دیگر اشیا لے جاتی ہیں۔ مبادلے میں وہ سفید و رنگین کپڑے، کہربا، نمک، ہینگ، زیورات، شیشے اور مٹی کے برتن واپس لے جاتے ہیں۔

◄ اس عبارت میں نقل وحمل کے کون سے طریقے کا ذکر کیا گیا ہے؟ آپ کے خیال میں ان کا استعمال کیوں کیا جاتا تھا؟ میدانی علاقے سے جو اشیا پہاڑی علاقے میں لے جائی جاتی تھیں وہ کس کام کے لیے استعمال کی جاتی ہوں گی؟ اس کی وضاحت کیجیے۔

تجارتی زراعت کی توسیع ایک اہم باہری عنصر تھا جو جنگل میں رہنے والے لوگوں کی زندگیوں سے متصادم ہوتا تھا۔ جنگلاتی پیداوار جیسے شہد، شہد کا موم اور لاکھ گوند کی بہت زیادہ مانگ تھی۔ سترھویں صدی میں لاکھ گوند جیسی اشیا ہندوستان سے سمندر پار ہونے والی برآمدات کی ایک اہم شے بن گئی تھی۔ ہاتھی بھی پکڑے جاتے تھے اور فروخت ہوتے تھے۔ تجارتی اشیا کے مبادلے کے ذریعہ۔ چیز کے بدلے چیز لین دین کا باعث تھی۔ کچھ قبیلے جیسے پنجاب میں لوہانی، ہندوستان اور افغانستان کے درمیان ہونے والی زمینی تجارت میں مشغول تھے۔ یہ پنجاب کے گاؤں اور شہروں کے درمیان ہونے والی تجارت میں بھی شریک تھے۔

سماجی عناصر کی وجہ سے بھی جنگل کے باشندوں کی زندگی میں تبدیلی آئی۔ دیہی برادری کے ''بڑے آدمیوں'' کی طرح قبیلوں کے بھی اپنے سردار ہوتے تھے۔ بہت سے قبیلائی سردار زمین دار بن گئے تھے۔ اس وجہ سے انھیں فوج تیار کرنے کی ضرورت ہوئی۔ انھوں نے اپنے خاندان (سلسلۂ نسب) کے گروہوں سے لوگوں کو بھرتی کیا یا پھر اپنے ہی برادرانہ تعلقات کی بنیاد پر فوجی خدمات مہیا کرانے کی مانگ کی۔ سندھ علاقے میں قبائل کی فوج 6000 گھوڑسوار اور 7000 پیدل فوجیوں پر مشتمل تھی۔ آسام میں اہوم راجاؤں کے اپنے پایک تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جو اپنی زمین کے بدلے میں فوجی خدمات ادا کرنے کے لیے پابند تھے۔ اہوم راجاؤں نے جنگلی ہاتھیوں کو پکڑنے کے لیے اپنی شاہی اجارہ داری کا اعلان کر دیا تھا۔

شکل 8.10

ایک کسان اور ایک شکاری اور ایک صوفی مغنی کو سنتے ہوئے۔

اگر چہ قبیلائی نظام سے شاہی نظام کی طرف منتقلی کافی پہلے ہی شروع ہو چکی تھی۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ عمل سولھویں صدی میں پوری طرح ارتقا پذیر ہوا تھا۔شمال مشرق میں قبیلائی ریاستوں کے وجود کو آئین کے مشاہدات میں بھی دیکھ سکتے ہیں۔ جنگ ایک مشترکہ واقعہ تھا۔مثال کے طور پر سولھویں اور سترھویں صدی میں کوچ راجاؤں نے اپنے بہت سے پڑوسی قبائل کے ساتھ طویل سلسلہ وار جنگیں لڑیں اور ان کو محکوم بنا لیا تھا۔

فی الحقیقت یہ بھی خیال دلایا ہے کہ ظہور پذیر نئے آباد مقامات میں دیہی برادری نے جس طرح آہستہ آہستہ اسلام کو قبول کیا اس میں صوفیا (پیروں) نے اہم کردار ادا کیا تھا (باب 6 بھی ملاحظہ کیجیے۔

5. زمیندار

مغل ہندوستان میں زرعی تعلقات کی ہماری کہانی تب تک نامکمل رہے گی جب تک ہم گاؤں میں رہنے والے لوگوں کی ایک ایسی جماعت کا حوالہ نہ دیں جو زراعتی پیداوار کے عمل میں راست طور پر شرکت نہیں کرتے تھے۔ یہ زمین دار تھے جو اراضی کے مالک ہوتے تھے اور جنھیں دیہی سماج میں اعلیٰ حیثیت کے وصف کی وجہ سے کچھ مخصوص سماجی اور معاشی مراعات حاصل تھیں۔ زمین داروں کی بلند حیثیت کا ایک سبب ذات شمار کیا جاتا تھا۔ دوسرا سبب یہ تھا کہ یہ لوگ ریاست کے لیے کچھ مخصوص خدمات انجام دیا کرتے تھے۔

زمین دار وسیع مقدار میں ذاتی زمین رکھتے تھے جسے اصطلاحاً ''ملکیت'' کہا جاتا تھا یعنی ''جائیداد''۔ ملکیتِ زمین پر زمین دار کے ذاتی استعمال کے لئے زراعت ہوتی تھی جو اکثر اجرتی مزدور یا دست نگر و تابع مزدوروں کی مدد سے ہوتی تھی۔ زمین دار اپنی مرضی کے مطابق ان زمینوں کو فروخت کر سکتے تھے، اس کی وصیّت کر سکتے تھے یا گروی رکھ سکتے تھے۔

فی الحقیقت زمین داروں کو طاقت اس بات سے بھی حاصل ہوتی ہے کہ وہ ریاست کی طرف مال گذاری وصول کر سکتے تھے۔ یہ ایک ایسی خدمت تھی جس کا مالی معاوضہ ملا کرتا تھا۔ فوجی وسائل پر کنٹرول ان کی طاقت کا ایک اور ماخذ تھا۔ زیادہ تر زمین داروں کے پاس اپنے فوجی قلعے (قلعچہ) تھے اور ساتھ ہی ساتھ مسلّح امدادی فوج جو گھوڑ سوار، توپ خانہ اور پیدل فوجیوں پر مشتمل تھی، رکھتے تھے۔

اسی طرح اگر ہم مغل گاؤں میں سماجی رشتوں کا تصور ایک اہرام کے طور پر کریں تو زمین دار اس کی

گفتگو کیجیے ...

معلوم کیجیے کہ آپ کی ریاست میں کن علاقوں کو آج کل جنگلی زون کی حیثیت سے شناخت کیا گیا ہے؟ کیا آج ان علاقوں میں زندگی بدل رہی ہے؟ کیا ان تبدیلیوں کے اسباب وہی ہیں یا ان سے مختلف ہیں؟

باریک نوک کا حصہ واضح طور پر تشکیل کرتے تھے۔ ابوالفضل کا بیان اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ ''اعلیٰ ذات'' کے برہمن۔ راجپوت اتحاد نے دیہی سماج پر پہلے سے ہی ایک مضبوط کنٹرول قائم کر رکھا تھا۔ جیسا کہ ہم نے پہلے دیکھا تھا کہ یہ نام نہاد درمیانی ذاتوں کی بھی خاص نمائندگی کا مظہر تھا۔ اور ساتھ ہی ساتھ تعداد میں روادار مسلم زمین داری کا بھی مظہر تھا۔

ہم عصر دستاویزات ہمیں ایک تصوّر دیتے ہیں کہ جنگ میں فتح بھی شاید کچھ زمین داروں کی ابتدا کا منبع تھی۔ طاقتور فوجی سرداروں کے ذریعہ کمزور لوگوں کو بے داخل کرنا بھی اکثر زمین داری کی توسیع کا ایک طریقہ تھا۔ تاہم اس کا امکان کم ہے کہ ریاست کسی زمین دار کو اس طرح کے حملے کے مظاہرہ کی اجازت دیتی ہو۔ جب تک کہ ایک شاہی فرمان (سند) کے ذریعہ اس کی توثیق نہ ہوگئی ہو۔

زمین داری کو مستحکم کرنے کا عمل اس سے بھی زیادہ اہم تھا جو ماخذوں میں بھی دستاویزی شہادت فراہم کراتا ہے۔ اس میں کئی طریقے شامل تھے۔ جیسے نئی زمینوں کو آباد کرانا، حقوق کی منتقلی کے ذریعہ، ریاست کے حکم کے ذریعہ اور خرید کر۔ یہ وہ معاملات تھے جس کے ذریعہ شاید نسبتاً ''نچلی'' ذاتوں سے وابستہ لوگوں کو بھی اجازت تھی کہ وہ زمین دار کے مرتبے میں داخل ہو جائیں۔ چونکہ اس عہد میں زمین داری کافی تیزی سے خریدی اور فروخت کی جاتی ہے۔

کئی اسباب کے مجموعے نے بھی خانوادہ قبیلے یا نسل پر مبنی زمین داری کو مستحکم کرنے کی اجازت دی۔ مثال کے طور پر راجپوتوں اور جاٹوں نے ایسی حکمتِ عملی اپنا کر شمالی ہندوستان کی عمل داریوں کی بڑی پٹّی پر اپنا کنٹرول مستحکم کیا تھا۔ اسی طرح وسطی اور جنوب مغربی بنگال کے علاقے میں کسان گلہ بان (جیسے سدگوپ) لوگوں نے طاقتور زمین داریاں بنائیں۔

زمین داروں نے زرعی زمینوں کو آباد کرانے میں قیادت کی اور کاشتکاروں کو کھیتی کے وسائل مہیا کرا کے بشمول رقم ادھار دے کر انہیں وہاں سکونت پذیر کرانے میں بھی مدد کی۔ زمین داروں کی خرید و فروخت نے گاؤں میں استعمال بصورت زر کے عمل کو تیز رفتاری دی۔ مزید براں زمین دار اپنی ملکیت زمین کی پیداوار بھی فروخت کرتے تھے۔ ایسی شہادتیں موجود ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زمین دار اکثر بازار (ہاٹ) قائم کرتے تھے جہاں کسان بھی اپنی فصلوں کو فروخت کرنے آتے تھے۔

اگر چہ اس بات میں ذرا بھی شک نہیں کیا جا سکتا کہ زمین دار ایک استحصال کرنے والا طبقہ تھا۔ ان دیہاتی لوگوں (کسانوں) کے ساتھ رشتے میں عمل اور ردِّ عمل، پدرانہ پن اور سرپرستی کے عناصر موجود تھے۔ دو پہلو اس نظریہ کو تقویت دیتے ہیں۔ پہلا، بھکتی سنتوں نے جنھوں نے

ایک متوازی فوج

آئین کے مطابق مغل ہندوستان میں زمین داروں کی مشترکہ فوجی طاقت 384,558 گھوڑ سوار فوج، 4277,057 پیدل فوج، 1863 ہاتھی، 4260 توپیں اور 4500 کشتیوں پر مشتمل تھی۔

گفتگو کیجیے ...
آزادی کے بعد ہندوستان میں زمین داری نظام ختم کردیا تھا۔اس سیکشن کو پڑھنے کے بعد ان اسباب کی شناخت کیجیے جن کی وجہ سے ایسا کیا گیا تھا۔

خطیبانہ انداز میں ذات پر منحصر اور ظلم وتعدی کی دیگر شکلوں (باب 6 بھی ملاحظہ کیجیے) کی مذمّت کی وہیں زمین داروں کو (یا دلچسپ بات ہے مہاجنوں کو) دیہاتی لوگوں کا استحصال کرنے والا یا ظلم وتعدی کرنے والے کی شکل میں تصویر کشی نہیں کی۔ عام طور پر ریاست کے مال گزاری افسران ہی ان کے غیض وغضب کا نشانہ بنے۔دوسرے سترھویں صدی میں شمالی ہندوستان میں بڑی تعداد میں زرعی بغاوتیں ہوئیں۔ان میں ریاست کے خلاف زمین داروں کی جدّ وجہد کو عموماً دیہاتی لوگوں (کسانوں) کی حمایت حاصل ہوئی۔

6. زمین کی مال گذاری کا نظام

مغلیہ سلطنت کی معیشت کا دارومدار زمین سے ملنے والی مال گذاری پر تھا۔اس وجہ سے یہ ناگزیر تھا کہ زرعی پیداوار پر کنٹرول کو یقینی بنانے کے لیے اور لمبائی و چوڑائی میں تیزی سے پھیلتی سلطنت کے علاقوں میں مال گذاری کو متعین کرنے اور وصول کرنے کے لیے ریاست انتظامی آلات کو وجود میں لائی۔ دیوان کا دفتر جو سلطنت کے مالیہ نظام کی نگرانی کے لیے ذمّہ دار تھا۔ ان آلات میں شامل تھا۔اس طرح محصول افسران اور حساب کتاب رکھنے والے افسران زرعی دنیا میں داخل ہوئے اور زرعی تعلقات کو ایک شکل دینے میں ایک فیصلہ کن ایجنٹ بنے۔

لوگوں پر محصول کا بوجھ متعیّن کرنے سے پہلے مغل سلطنت نے زرعی زمینوں کے پھیلاؤ کے متعلق مخصوص معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی کہ یہ زمینیں کیا پیدا کرتی ہیں۔زمین کی مال گذاری کے انتظامات کے دو مرحلے تھے۔پہلا تشخیص اور دوسرا حقیقی وصول ''جمع''،تشخیص شدہ رقم تھی اور ''حاصل''اس کے مقابلے وصول شدہ رقم تھی۔عام مال گذار یا مال گذاری جمع کرنے والے کی ذمّہ داریوں کی فہرست میں اکبر نے حکم دیا تھا کہ اگر چہ اسے سعی کرنی چاہیے۔کہ کاشت کار نقد میں ادائیگی کریں۔وہیں جنس میں ادائیگی کا متبادل بھی کھلا رکھنا چاہیے اگر چہ مال گذاری متعیّن کرتے وقت ریاست اپنے مطالبے زیادہ سے زیادہ رکھنے کی کوشش کرتی تھی۔تاہم کبھی کبھی مقامی حالات ان دعوؤں کی حقیقی عمل آوری کے مقصد میں مزاحم ہوتے تھے۔

ہر صوبے میں کاشت کی گئی اور قابلِ کاشت دونوں طرح کی زمینوں کی پیائش ہوتی تھی۔اکبر کی حکومت کے زمانے میں اس طرح کی زمینوں کے میزان کو آئین میں مرتب کیا گیا ہے۔زمین کی پیائش کی اس طرح کی کوششیں بعد کے بادشاہوں کے تحت بھی جاری رہیں۔مثال کے طور پر 1665 میں اورنگ زیب نے اپنے مال گذاری افسران کو واضح ہدایت دیں کہ وہ ہر گاؤں میں کاشت کاروں کی تعداد کے سالانہ ریکارڈ تیار کریں (ماخذ 7)۔اس کے باوجود تمام علاقوں کی پیائش کامیابی کے ساتھ نہیں ہوئی تھی۔جیسا کہ ہم نے دیکھا کہ برّصغیر کے بڑے علاقے جنگلات سے گھرے ہوئے تھے۔چنانچہ ان کی پیائش ہونا باقی تھی۔

ماخذ 5

اکبر کے عہد میں زمین کی درجہ بندی

آئین سے لیے گئے مندرجہ ذیل اقتباس میں زمین کی درجہ بندی کے معیار کی فہرست دی گئی ہے:

بادشاہ اکبر نے اپنی عمیق ذکاوت سے زمینوں کی درجہ بندی کی اور ہر قسم کی زمین کے لئے مختلف محصول متعین کر دیئے۔ 'پولج' وہ زمین ہے جس میں یکے بعد دیگرے ہر ایک فصل کی سالانہ زراعت ہوتی ہے اور جس کو کبھی خالی نہیں چھوڑا جاتا۔ 'پروتی' وہ زمین ہے جس پر کچھ وقت کے لئے زراعت کرنا چھوڑ دیا جاتا ہے تاکہ وہ اپنی طاقت دوبارہ حاصل کر سکے۔ 'چچّر' وہ زمین ہے جس کو تین یا چار سال تک خالی چھوڑ دیا جاتا ہے۔ 'بنجر' اُس زمین کو کہتے ہیں جس پر پانچ یا اس سے زیادہ سال کاشت نہ کی گئی ہو۔ پہلی دو قسم کی زمینوں کے تین درجے ہیں۔ عمدہ، اوسط اور ناقص۔ وہ ہر قسم کی پیداوار کو آپس میں جمع کر دیتے ہیں اور اس کا تیسرا حصہ اوسط کی نمائندگی کرتا ہے۔ جس کا ایک تہائی حصہ شاہی محصول و مطالبہ کے بطور وصول کیا جاتا ہے۔

امین ایک افسر تھا جو شاہی صوبہ جات میں شاہی ضوابط کی تعمیل کو یقینی بنانے کے متعیّن ہوتا تھا۔

اپنی عملداریوں میں زمین کی درجہ بندی کرتے وقت مغل ریاست نے کن اصولوں پر عمل کیا؟ مال گذاری کی تشخیص کس طرح کی جاتی تھی؟

نقشہ 1
مغل سلطنت کی توسیع

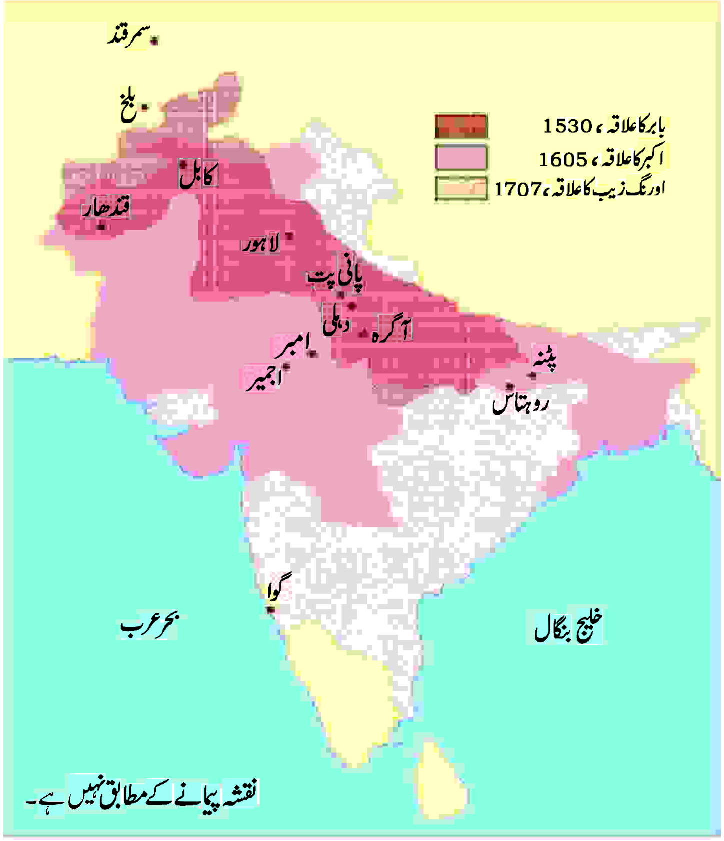

زمین کی مال گذاری کی وصولی پر آپ کے خیال میں سلطنت کی توسیع کا کیا اثر پڑا ہوگا؟

منصب داری نظام

مغل انتظامی کی چوٹی پر ایک فوجی ضابطہ پرست نوکر شاہی نظام منصب داری تھا جو ریاست کے شہری اور فوجی معاملات دیکھنے کے لیے متعیّن کیا جاتا تھا۔ کچھ منصب داروں کو نقدی میں ادائیگی کی جاتی تھی جبکہ ان میں سے اکثریت کو سلطنت کے مختلف حصوں میں جاگیر کے محاصل کے ذریعہ ادائیگی کی جاتی تھی۔ ان کا میعادی طور پر تبادلہ ہوتا تھا۔ باب 9 کو بھی ملاحظہ کیجیے۔

ماخذ 7

جمع

1665 میں اورنگ زیب کے ذریعہ ایک محصول افسر کو دیے گئے حکم کا اقتباس:

پر گنے کے امینوں کو ہدایت دیں کہ وہ ہر ایک گاؤں پر ایک کسان (اسامی وار) کی زراعت کے حالات (موجودات) کو دریافت کریں اور باریکی سے جانچ کرنے کے بعد حکومت کے مالی مفادات (کفایت) اور کسانوں کی فلاح و بہبود کو دھیان میں رکھتے ہوئے ''جمع'' کی تشخیص کریں۔

➲ آپ کے خیال میں بادشاہ نے تفصیلی جائزے پر کیوں زور دیا ہے؟

ماخذ 6

نقد یا جنس؟

زمین کی مال گذاری کی وصولی پر آئین کا بیان درج ذیل ہے :

عامل گذار صرف نقد میں لینے کا معمول نہ بنائیں بلکہ جنس میں بھی لیں۔ یہ طریقہ مختلف طریقوں سے مؤثر ہوسکتا ہے۔ پہلا ''کنکوت'': ہندی زبان میں ''کن'' اناج کے معنی رکھتا ہے اور ''کوت'' تخمینہ......... اگر کوئی شبہ ابھرتا ہے تو فصل کو کاٹا ہوگا اور تین حصّوں۔ عمدہ، اوسط، اور ناقص تشخیص کرنی ہوگی۔ اس طرح تردد ختم ہوجائے گا۔ اکثر اندازہ کی گئی زمین کی تشخیص کلّی طور پر صحیح معاوضہ دیتی ہے۔ دوسرے ''بٹائی'': جسے ''بھاولی'' بھی کہتے ہیں۔ میں فصل کو کاٹ کر اور انبار لگا کر نیز فریقین کی موجودگی میں مشاہدے کے مطابق تقسیم کر لیتے ہیں۔ لیکن اس معاملے میں بہت سے عقل مند مشاہدین درکار ہوتے ہیں۔ ورنہ خراب ذہن اور مکّار، فریب دہی دیتے ہیں۔ تیسرے ''کھیت بٹائی'': اناج کاٹنے کے بعد وہ اس کا انبار لگا دیتے ہیں اور پھر اسے خود میں تقسیم کر لیتے ہیں اور ہر ایک فریق اپنا حصہ گھر لے جاتا ہے۔ اس کو منافع میں بدل دیتا ہے۔

➲ مال گذاری کی تشخیص اور وصولی کے ہر ایک نظام میں کاشت کاروں پر کس قسم کا تفاوت ہوتا ہوگا؟

شکل 8.11
اکبر کے ذریعہ جاری کیا گیا چاندی کے روپیہ کے دونوں رخ

➲ گفتگو کیجیے ...

کیا آپ مغلوں کی زمین کے مال گذاری نظام کو ایک لچکدار نظام کے طور پر تسلیم کریں گے؟

7. چاندی کا بہاؤ

مغل سلطنت ایشیا کی ان بڑی سلطنتوں میں سے ایک تھی جو سولھویں اور سترھویں صدی میں اقتدار اور وسائل کو مستحکم کر لینے میں کامیاب رہیں۔ یہ سلطنتیں، منگ (چین)، صفوی (ایران) اور عثمانی (ترکی) تھیں۔ ان سلطنتوں کے سیاسی استحکام نے چین سے لے کر بحر روم تک زمینی تجارت کا ایک متحرک نیٹ ورک بنانے میں مدد کی۔ انکشافی بحری سفروں اور نئی دنیا کے راستے کھلنے کے نتیجے

میں ایشیا کی (خاص طور پر ہندوستان کی) یوروپ کے ساتھ تجارت میں زبردست توسیع ہوئی۔ اس کے نتیجے میں ہندوستان کی سمندر پار تجارت میں بڑا جغرافیائی تنوع پیدا ہوا ساتھ ہی ساتھ اس تجارت میں اشیا کی ترکیب میں توسیع ہوئی۔ بڑھتی تجارت کے ساتھ ہندوستان بھم پہنچانے (برآمد) والی اشیا کی ادائیگی کرنے کے لیے ایشیا میں بڑی مقدار میں بلین چاندی آئی وراس چاندی کا ایک بڑا حصہ ہندوستان کی طرف کھینچا چلا آیا۔ یہ ہندوستان کے لیے اچھا تھا۔ یہاں چاندی کے قدرتی وسائل نہیں تھے۔ اس کے نتیجے میں سولھویں اور اٹھارھویں صدیوں کے دوران ہندوستان میں دھاتی کرنسی خاص طور پر چاندی کے ''روپیے'' کی فراہمی میں قابل کر استحکام بنا رہا۔ اس نے معیشت میں نقدی کے چلن اور سکّوں کی ڈھلائی میں بے نظیر آسانی پیدا کی۔ ساتھ ہی ساتھ مغل ریاست کو نقدی میں محصول و مال گذاری کٹھ کرنے کے قابل بنایا۔

اٹلی کے ایک سیّاح گیووانی کاریری کی شہادت جو تقریباً 1690 میں ہندوستان سے واپس گیا تھا، ایک تحریری تصویر کشی مہیا کراتا ہے کہ کس طرح چاندی تمام دنیا کا سفر کر کے ہندوستان پہنچتی تھی۔ وہ ہم کو سترھویں صدی میں نقدی کی غیر معمولی مقدار اور اشیا کے لین دین کا ایک ادراک کراتا ہے۔

شکل 8.12
اورنگ زیب کے ذریعہ جاری چاندی کے روپیہ کی تصویر

شکل 8.13
یوروپی بازاروں کی مانگ کو پورا کرنے کے لئے برصغیر میں کپڑا پیدا وار کی ایک مثال

گفتگو کیجیے ...

معلوم کیجیے کہ موجودہ دور میں آپ کی ریاست میں زرعی پیداوار پر کسی طرح کے ٹیکس لگائے جاتے ہیں یا نہیں؟ آج کے دور میں ریاستی سرکاروں کے ذریعہ اپنائی گئی پالیسی اور مغل مالیاتی پالیسی کی مماثلت اور فرق کی وضاحت کیجیے۔

ماخذ 8

ہندوستان میں چاندی کس طرح آئی؟

گیووانی کاریری کا بیان (برنیئر کے تذکرے کی بنیاد پر) کے ایک اقتباس سے دولت کی بڑی مقدار کا ادراک ہوتا ہے جو مغلیہ سلطنت کے اندر اس راستے سے حاصل ہو رہی تھی:

اس (مغل) سلطنت کی دولت کا قارئین تھوڑا سا تصور کر سکتے ہیں۔ وہ اس کا مشاہدہ کریں کہ پوری دنیا میں گردش کرنے والا سارا سونا چاندی آخرکار یہاں مرتکز ہو جاتا ہے۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ اس کا بڑا حصہ امریکہ سے آتا ہے اور یوروپ کی کئی ریاستوں سے گذرتے ہوئے، تھوڑا حصہ کئی قسم کی اشیا کے لیے ترکی میں جاتا ہے اور تھوڑا سا حصہ ریشم کے لیے سمرانہ کے راستے فارس (ایران) پہنچتا ہے۔ اب ترکی کے لوگ کافی سے باز رہنے کے قابل نہیں ہیں جو کہ مان (عمان) اور عرب سے آتی ہے...... نہ ہی فارس، عرب اور ترکی کے لوگ ہندوستان کی اشیا کے بغیر رہ سکتے ہیں۔ نقدی کی بڑی مقدار بحراحمر پر بے بل منڈل کے قریب واقع موکا (موچا) بھیجتے ہیں اور خلیج فارس کے کنارے واقع بصرہ بھیجتے ہیں........ بعد میں جس کو جہاز پر لاد کر ہندوستان (ہندوستان) بھیج دیتے ہیں۔ ہندوستانی جہازوں کے علاوہ ڈچ، انگریز اور پرتگالی جہاز ہر سال ہندوستان کی اشیا پیگو، تاناسیری (میانمار کے حصے)، سیام (تھائی لینڈ)، سیلون (سری لنکا)........ مالدیپ کے جزائر، موزمبیق اور دیگر مقامات پر لے جاتے ہیں۔ ضروری طور پر بہت سارا سونا اور چاندی ان ممالک سے وہاں پہنچانا ہوتا ہے۔ وہ سب کچھ جو ڈچ لوگ جاپان کی کانوں سے حاصل کرتے ہیں۔ جلدی یا دیر سے ہندوستان چلا جاتا ہے۔ یہاں سے یوروپ کو جانے والی اشیا چاہے وہ فرانس، انگلینڈ یا پرتگال جانے والی ہوں، ساری نقد خریدی جاتی ہیں جو (نقد) (ہندوستان) جاتا ہے۔

8. ابوالفضل علّامی کی آئینِ اکبری

''آئین اکبری'' درجہ بندی کے ایک بڑے تاریخی اور انتظامی منصوبے کی معراج تھی جس کی ذمہ داری ابوالفضل نے اکبر بادشاہ کے حکم سے اٹھائی تھی۔ اس کو اکبر بادشاہ کے جلوس حکومت بیالیسویں سال، 1598 میں پانچ بار نظرثانی کرکے مکمل کیا تھا۔ آئین اکبر کے حکم سے تاریخ لکھنے کے ایک بڑے منصوبے کا حصہ تھی۔ یہ تاریخ ''اکبرنامہ'' کے نام سے جانی جاتی ہے۔ جو تین جلدوں پر مشتمل ہے۔ پہلی دو جلدیں تاریخی واقعات کا بیان مہیا کراتی ہیں۔ ان حصوں پر ہم باب 9 میں نظر ڈالیں گے۔ تیسری جلد آئین اکبری کو شاہی ضوابط کے خلاصے اور سلطنت کے گزیٹر (فرہنگ) کے طور پر مرتب کیا گیا تھا۔

آئین، دربار کی تنظیم، انتظام حکومت اور فوج، محاصل کے ذرائع اور اکبر کی سلطنت کے صوبہ جات کا جغرافیائی خاکہ اور خواندگی، عوام کی ثقافتی اور مذہبی روایات کا تفصیلی تذکرہ بیان کرتی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اکبر کی حکومت کے مختلف شعبہ جات کا بیان اور سلطنت کے مختلف صوبہ جات کی مکمل کیفیت بیان کرتی ہے نیز ہمیں ان صوبہ جات کی پیچیدہ مقداری اطلاعات دیتی ہے۔

شکل 8.14
ابوالفضل اپنے سرپرست (اکبر) کو مکمل " اکبرنامہ"
کا مخطوطہ پیش کر رہا ہے۔

ان اطّلاعات کو جمع کر کے نظم و ترتیب کے ساتھ مرتّب کرنا ایک اہم شاہی مشق تھی۔ اس نے بادشاہ کو اس کی سلطنت کی تمام وسیع عمل داریوں میں مختلف اور متنوع رسم و رواج اور معلومات کی معلومات دی۔ چنانچہ آئین ہمارے لیے اکبر کے عہد کی مغلیہ سلطنت کے متعلق اطّلاعات کی ایک کان (معدن) ہے۔ تاہم یہ ذہن میں رکھنا اہم ہے کہ علاقوں کے متعلق آئین کا نظریہ مرکز کا نظریہ ہے یا یوں کہا جائے کہ چوٹی سے دکھائی سماج کی تصویر ہے۔

آئین پانچ فصلوں (دفتروں) کا مرکب ہے جس کی پہلی تین فصل انتظام حکومت کا تذکرہ کرتی ہیں۔ ''منزل آبادی'' نامی پہلی فصل شاہی گھرانے اور اس کی خبر گیری سے متعلق ہے۔ ''سپاہ آبادی'' کے نام سے معنون دوسری فصل فوجی اور شہری انتظام اور خدمت گاروں کے ادارہ کا احاطہ کرتی ہے۔ یہ کتاب شاہی افسران (منصب دار)، علما و فضلا شاعروں اور مصوّروں کے مختصر سوانحی خاکوں اور اعلانات پر مشتمل ہے۔

تیسری فصل ''ملک آبادی'' وہ فصل ہے جس میں سلطنت کے مالیاتی پہلو کے ساتھ بحث کی گئی ہے اور مال گذاری کی شرحوں پر تفصیلی مقداری اطّلاعات مہیّا کرانے کے بعد ''بارہ صوبوں کا بیان'' درج کیا گیا ہے۔ اس فصل میں اعداد و شمار کی اطّلاعات تفصیل سے درج ہیں جس میں تمام صوبوں اور ان کے انتظامی و مالیاتی شعبوں (سرکار، پرگنہ اور محال) کی جغرافیائی، نقشہ سازی اور معاشی یک رخی خاکہ شامل ہے۔ ساتھ ہی کل پیائش شدہ علاقہ اور تشخیص شدہ مال گذاری (جمع) بھی دی گئی ہے۔

صوبہ سطح کی تفصیل دینے کے بعد صوبہ سے نیچے ''سرکار'' شعبہ سے متعلق تصویر پیش کرتی ہے۔ یہ اطّلاعات جدول کی شکل میں دی گئی ہیں۔ ہر جدول میں آٹھ خانے ہیں جو مندرجہ ذیل اطّلاعات فراہم کراتے ہیں: (1) پرگنہ/ محل (2) قلعہ (3) اراضی اور زمین پیمودہ (پیائش کیے گئے علاقے) (4) نقدی، محاصل کی تشخیص نقد میں (5) سیورغال امداد کے بطور دیے گئے مال گذاری عطیات (6) زمین دار، خانہ (7) اور خانہ (8) زمین داروں کی ذات۔ ان کی فوج بشمول ان کے گھوڑ سوار۔ پیدل فوجی (پیادہ) اور ہاتھیوں (فیل) کی تفصیل پر مشتمل ہیں۔ ''ملک آبادی'' شمالی ہندوستان کے زرعی سماج کی تفصیلی، دلکش اور پیچیدہ تصویر پیش کرتی ہے۔ چوتھی اور پانچویں فصل (دفتر) ہندوستان کی عوام کی مذہبی، علمی اور ثقافتی روایات سے بحث کرتی ہے اور ساتھ ہی اکبر کے ''مبارک اقوال'' کے مجموعہ پر مشتمل ہے۔

ماخذ 9

''قسمت کے گلاب کے باغیچہ کی سینچائی''

اس اقتباس میں ابوالفضل واضح طور پر بیان کرتا ہے کہ اس نے کیسے اور کن لوگوں سے اطّلاعات جمع کی ہیں:

.... ابوالفضل ولد مبارک کو .... یہ انتہائی حکم دیا گیا۔'' رفیع الشان واقعات اور ہمارے مقبوضات وسطیع کرنے والی فتوحات کا تذکرہ خلوص کے قلم کے ساتھ تحریر کیا جائے......... بے شک میں نے کافی محنت اور تحقیق کر کے بادشاہ سلامت کے افعال کے دستاویزات اور اقوال جمع کیے۔ طویل وقت تک میں نے ریاست کے ملازمین اور عالی خاندان کے بزرگوں سے استفسار کیا۔ میں نے زیرک و ہوشیار، سچ بولنے والے بزرگوں اور فعّال ذہن والے صحیح اعمال والے نوجوان دونوں کی باتوں کی اور ان کے بیانات کو تحریر طور پر موزوں بنایا۔ صوبوں کو شاہی حکم جاری کیا گیا تھا کہ پرانے ملازمین کو جو بھی پچھلی باتیں یاد ہوں، ماضی کے واقعات یقین کے ساتھ یا تائیدی شک کے ساتھ، وہ اپنے اشارات اور یادداشتیں تحریر کریں اور انھیں دربار کو روانہ کریں۔ (پھر) اس مقدس دیوان خانہ شاہی سے دوسرا روشن حکم جاری ہوا، یعنی، جو بھی مواد جمع کیا جائے گا......... اسے شاہی موجود گی میں پڑھ کر سنایا جائے گا اور اس کے بعد جو کچھ بھی تحریر ہونا ہوگا اسے اس عظیم الشان کتاب میں بطور تکملہ شامل کیا جائے گا۔ ایسی تفصیلات جو تفتیش کی باریکیوں کی وجہ سے اور معاملات کی باریکیوں کی وجہ سے (جو) انجام تک نہیں لائی جاسکیں انھیں میں اپنے اطمینان کے بعد اس میں شامل کروں گا۔

ملکوتی ضابطے کی ترجمانی کرنے والے اس شاہی حکم کی دادرسی واعانت کی وجہ سے اپنے دل کے مخفی اضطراب سے راحت کے بعد میں نے تحریر تمام مسوّدہ تیار کرنے کے لیے تحریر میں انہاک کرنا شروع کیا جو آرائش ترتیب اور اسلوب بیان سے خالی تھا۔ جب ترتیب شدہ سن کے انیسویں سال شاہ سلامت کی روشن خیال دانش مند کے ذریعہ ایک دستاویزات کا آفس قائم کیا گیا تھا، میں نے واقعات کی تاریخ وسرگذشت کو حاصل کرنے کی شروعات کی۔ میں نے بہت سے واقعات کے بیانات کو مجتمع کیا۔ حد سے زیادہ تکلیف اٹھا کر زیادہ تر فرامین کی اصل یا نقل حاصل کی جو تخت نشینی سے لے کر آج تک صوبوں کو جاری کیے گئے تھے .... کافی پریشانیوں کا سامنا کرتے ہوئے ان میں سے بہت سی روداودں (رپورٹوں) کو بھی شامل کیا جو سلطنت کے معاملات اور غیر ممالک کے واقعات کے متعلق تھیں جس کو وزرا اور اعلیٰ افسران نے پیش کیا تھا اور تفتیش وتحقیقات کے آلات کے ذریعہ میری محنت کش محبت آمیز روح آسودہ ہوگئی۔ میں نے مستعدی سے کوشش کرتے ہوئے زیرک ودانش منداور باخبر افراد کے خام اشارات اور یادداشتیں جمع کیں۔ ان وسائل کے ذریعہ میں نے قسمت کے گلاب کے باغ (اکبرنامہ) کو سینچنے کے لیے حوض تعمیر کیا۔

⮈ ان سبھی ماخذوں کی فہرست تیار کیجیے جن کا استعمال ابوالفضل نے اپنی کتاب تیار (تحریر) کرنے کے لیے کیا تھا۔ زرعی تعلقات کو سمجھنے کے لیے ان میں سے کون سے ماخذ سب سے زیادہ فائدہ مند ہوں گے؟ ابوالفضل کی کتاب آپ کے خیال میں کس حد تک اکبر کے ساتھ اس کے رشتوں سے متاثر ہوئی ہوگی؟

اگر چہ اکبر بادشاہ کی طرف سے اپنی سلطنت میں فرمانروائی کرنے میں آسانی بہم پہنچانے کے لئے آئینِ اکبری کو سرکاری طور پر مفصل اطّلاعات اندراج کرنے کے لئے کفیل کیا گیا تھا۔ یہ کتاب سرکاری دستاویزات کو محض نقل کرنے سے کہیں زیادہ تھی۔ مصنف کے ذریعہ اس کے مسوّدہ کی پانچ مرتبہ تصحیح کی گئی جس سے ایسا لگتا ہے کہ (واقعات کے) مستند ہونے کی تحقیق میں ابوالفضل نے انتہائی درجہ احتیاط سے کام لیا تھا۔ مثال کے طور پر زبانی روایت کو ''امرِ واقعہ'' کے بطور تاریخ میں شامل کرنے سے قبل، دیگر ثبوتوں سے اس کی تصدیق کی گئی تھی۔ مقداری ابواب میں تمام اعداد و شمار کو الفاظ میں بھی نقل کیا گیا تا کہ بعد کے نسخوں میں نقل کرنے سے متعلق کم سے کم اغلاط ہوں۔

جن مؤرخین نے ہوشیاری کے ساتھ آئین کا مطالعہ کیا ہے وہ اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ یہ پوری طرح مسائل سے مبرّا نہیں ہے۔ کل جمع کرنے میں کئی اعدادی اغلاط پائی گئی ہیں۔ یا تو یہ کاتب کی چھوٹی موٹی غلطیاں ہیں یا پھر ابوالفضل کے معاونین کی نقل کرنے کی غلطیاں ہیں۔ عام طور پر یہ غلطیاں معمولی ہیں اور مجموعی سطح پر کتابوں کے اعداد و شمار کی صداقت کو کم نہیں کرتی ہیں۔

آئین کی ایک دیگر حد یہ ہے کہ اس کے مقداری اعداد و شمار کی نوعیت کسی قدر خمیدہ ہے۔ تمام صوبوں سے اعداد و شمار یکساں انداز میں جمع کئے گئے ہیں۔ مثال کے طور پر۔ اگر چہ کئی صوبوں کے لئے، زمین داروں کی ذات کی ترتیب سے متعلق مفصّل اطّلاعات مرتب کی گئیں وہیں بنگال اور اڑیسہ کے لئے ایسی اطّلاعات دستیاب نہیں ہیں۔ مزید براں اگر چہ صوبوں سے لئے گئے اس کے مالیاتی اعداد و شمار افراط میں قابلِ ذکر ہیں وہیں انہی علاقوں سے قیمتوں اور اجرت جیسے اتنے ہی اہم معیارات اتنے اچھے انداز میں درج نہیں کئے گئے ہیں۔ قیمتوں اور اجرتوں کی جو تفصیلی فہرست آئین میں دی گئی ہے وہ بنیادی طور پر سلطنت کی راجدھانی آگرہ اور اس کے قرب و جوار کے علاقوں سے مہیّا کرائی گئی ہے۔ تاہم ملک کے باقی حصوں کے لئے ان کی مناسبت محدود ہے۔

ان حدود کے باوجود آئین اپنے عہد کی ایک غیر معمولی دستاویز ہے۔ مغل ریاست کی تنظیم اور ساخت کو مسحور کرنے والے سرسری جلوے پیش کر کے اور اس کی پیداوار و عوام کے متعلق مقداری اطّلاعات دے کر، ابوالفضل عہدِ وسطیٰ کے مؤرخین کی روایت سے بہت آگے نکل گیا۔ یہ ایک بڑی کامیابی تھی کیونکہ ابوالفضل سے پہلے کے مؤرخین نے زیادہ تر قابلِ ذکر سیاسی واقعات۔ جنگیں، فتوحات، سیاسی سازشیں اور سلسلۂ سلاطین کی ہل چل و اضطراب کے متعلق ہی لکھا تھا۔ ملک، اس کے لوگ اور اس کی پیداوار کے متعلق اطّلاعات صرف ضمناً ذکر کی گئیں ہیں اور گویا کہ لازمی طور پر تزئین کاری کے لئے سیاسی یورشوں کی حکایتیں تھیں۔

آئین کا ترجمہ

آئینِ اکبری کو دی گئی اہمیت کی وجہ سے بہت سے دانشوروں کے استعمال کے لئے اس کا ترجمہ کیا گیا۔ ہنری بلاک مین نے اس کو مرتب کیا اور ایشیاٹک سوسائٹی بنگال، کلکتہ (موجودہ کولکاتا) نے اپنی ببلو تھیکا انڈیکا سیریز میں اس کو شائع کیا۔ اس کتاب کا تین جلدوں میں انگریزی میں ترجمہ بھی کیا گیا۔ پہلی جلد کا معیاری ترجمہ ہنری بلاک مین (کلکتہ 1873) نے کیا تھا۔ دیگر دو جلدوں کا ترجمہ ایچ۔ ایس۔ جیرٹ (کلکتہ 1891 اور 1894) نے کیا تھا۔

ہندوستان کی عوام اور مغل سلطنت کے متعلق اطّلاعات درج کر کے آئین نے گویا پوری طرح گذشتہ روایت سے انحراف کیا۔ اس طرح سترھویں صدی کے موڑ پر ہندوستان کے مطالعہ کے لئے ایک ساختی نشان بن گئی۔ جہاں تک زرعی تعلقات کے مطالعہ کی بات ہے، آئین کے مقداری شواہد کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن لوگوں، ان کے پیشوں اور کاروبار اور شاہی اداروں پر اور سلطنت کے امرا کے ضمن میں جو اطّلاعات اس میں شامل ہیں وہ مؤرخین کو اس زمانے کے ہندوستان کے سماجی تانے بانے کی تعمیرِ نو کا مجاز بناتی ہے۔

ٹائم لائن

مغلیہ سلطنت کی تاریخ کے دور آفریں واقعات

1526	پانی پت کے میدان میں دہلی کے سلطان ابراہیم لودی کو شکست دے کر بابر پہلا مغل بادشاہ بنا۔
1530-1540	ہمایوں کے دور حکومت کا پہلا دور
1540-1555	شیر شاہ نے ہمایوں کو شکست دی، ہمایوں کا جلاوطن کی حیثیت سے صفوی دربار میں جانا
1555-1556	ہمایوں کا کھوئی ہوئی سلطنت کو دوبارہ حاصل کرنا۔
1556-1605	اکبر کا دور حکمرانی
1605-1627	جہانگیر کا دور حکومت
1628-1658	شاہ جہاں کا دور حکومت
1658-1707	اورنگ زیب کا دور حکومت
1739	نادر شاہ کا ہندوستان پر حملہ اور دہلی کو تاخت و تاراج کرنا
1761	احمد شاہ ابدالی نے پانی پت کی تیسری جنگ میں مرہٹّوں کو شکست دی
1765	بنگال کے دیوانی حقوق ایسٹ انڈیا کمپنی کو منتقل کیے گئے
1857	آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ II کو انگریزوں نے تخت سے اتارا اور رنگون جلاوطن کیا (موجودہ ینگون، میانمار)

100-50 لفظوں میں جواب دیجیے۔

1- ازسرنو زرعی تاریخ تحریر کرنے کے لیے آئین کو ایک ماخذ کی حیثیت سے استعمال کرنے میں کون سی مشکلات ہیں؟ مؤرخین ان حالات سے کیسے مقابلہ کرتے ہیں۔

2- سولھویں سترھویں صدی میں زرعی پیداوار کو کس حد تک معقول بقائے زندگی کی زراعت کا نام دے سکتے ہیں؟ اسباب بیان کیجیے۔

3- زرعی پیداوار میں خواتین کے کردار کا تذکرہ کیجیے۔

4- زیرمطالعہ عہد میں نقدی کے انصرام (لین دین) کی اہمیت پر مثالوں کے ساتھ بحث کیجیے۔

5- ان ثبوتوں کی جانچ کیجیے جو یہ تجویز کرتے ہیں کہ مغل مالیاتی نظام کے لیے زمین کی مال گزاری اہم تھی۔

مندرجہ ذیل پر ایک مختصر مضمون (تقریباً 250 سے 300 الفاظ پر مشتمل) لکھیے۔

6- آپ کے خیال میں زرعی سماج میں سماجی اور معاشی تعلقات کو متاثر کرنے میں ذات کس حد تک ایک عنصر تھا۔

7- سولھویں اور سترھویں صدی میں جنگل کے باشندوں کی زندگی کس طرح بدل گئی تھی؟

8- مغل ہندوستان میں زمین داروں کے کردار کی جانچ کیجیے۔

9- بحث کیجیے کہ کس طرح سے پنچایتیں اور گاؤں کے مکھیا دیہی سماج کو منضبط کرتے تھے۔

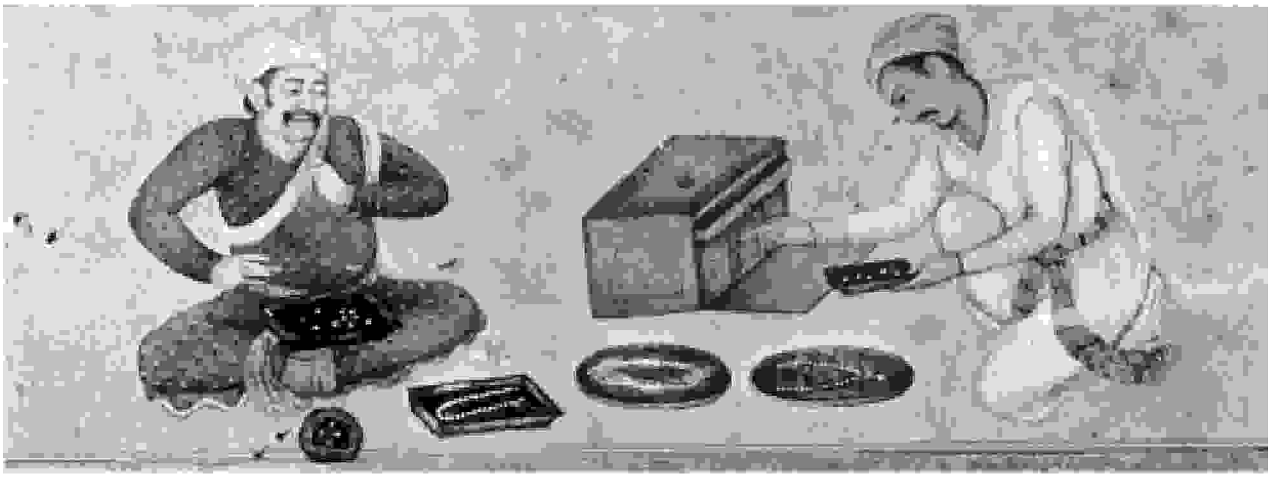

شکل 8.15 سترھویں صدی کی اس تصویر میں سناروں کو مصوّر کیا گیا ھے۔

نقشے کا کام

10- دنیا کے نقشے میں ان علاقوں کی نشاندہی کیجیے جو مغلیہ سلطنت کے ساتھ معاشی رابطہ میں تھے اور ترسیل کے ممکنہ راستوں کا سراغ لگائیے۔

پروجیکٹ (کوئی ایک)

11- پڑوس کے ایک گاؤں کا دورہ کیجیے اور معلوم کیجیے کہ یہاں کتنے لوگ رہتے ہیں؟ کون سی فصلیں اگائی جاتی ہیں؟ کون سے جانور پالے جاتے ہیں؟ یہاں کون سی دست کار جماعتیں رہتی ہیں؟ خواتین کی اپنی زمین ہے یا نہیں؟ اور مقامی پنچایت کس طرح کام کرتی ہے؟ سولھویں اور سترھویں صدی کے متعلق آپ نے جو پڑھا ہے اس سے ان اطلاعات کا موازنہ کرتے ہوئے یکسانیت اور اختلاف کو تحریر کیجیے۔ تبدیلیاں اور تسلسل جو آپ نے معلوم کی ہیں، دونوں کی وضاحت کیجیے۔

12- 'آئین' کا ایک چھوٹا سا حصہ منتخب کیجیے (10 سے 12 صفحات، جو آگے بتائی گئی ویب سائٹ پر دستیاب ہیں)۔ اسے غور سے پڑھیے اور ایک رپورٹ تیار کیجیے کہ اس کا استعمال ایک مورخ کس طرح کرسکتا ہے؟

شکل 8.16 مٹھائی فروخت کرتی ہوئی عورت کی تصویر

مزید معلومات کے لیے ان کتابوں کا مطالعہ کیجیے:

اسمیت گوہا، 1999
Environment and Ethnicity in India
کیمبرج یونیورسٹی پریس، کیمبرج

عرفان حبیب، 1999
The Agrarian System of Mughal India 1556-1707
آکسفورڈ یونیورسٹی پریس۔نئی دہلی (طبع ثانی)

ڈبلیو۔ایچ۔مورلینڈ، 1983 (طبع ثانی)
India at the Death of Akbar: An Economic Study.
اورینٹل، نئی دہلی

تپن رائے چودھری اور عرفان حبیب (مرتبہ)، 2004
The Cambridge Economic History of India, جلد اوّل
اورینٹ لانگ مین، نئی دہلی

ڈیٹ مار راتھرمنڈ، 1993
An Economic History of India-from Pre-colonial Times to 1991
رولٹ لیج، لندن

سنجے سبرامنیم (مرتبہ)، 1994
Money and the Market in India 1100-1700
آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، نئی دہلی

مزید معلومات کے لیے آپ ویب سائٹ پر رابطہ کرسکتے ہیں:

http://persian.packhum.org persianindex.jsp?serv=pf&file=00702053&ct=0